ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

پیامِ عید

عید کے دن رحمت للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر عید گاہ کی طرف گامزن تھے کہ راہ میں ایک بچہ روتا ہوا دیکھا۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طفلکِ بے آسرا کو پیار کیا اور پوچھا: کیوں رو رہے ہو؟ عرض کی: سب بچے اپنے اپنے ماں باپ کے ساتھ عید کی مسرتوں، راحتوں اور لذتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اور میں تنہا اُداس ہوں، غم کی اس کھائی میں گرا تو آنسو اُبل پڑے۔ رحمتِ کائنات علیہ الصّلوٰۃ والتحیات الطیبات نے اس بچے کو اٹھایا اور اپنے کندھے پر بٹھالیا اور فرمایا تو میرا بیٹا ہے۔ میں تیری تنہائی کا مونس، میں تیرا غم خوار ہوں تو میرا دلدار ہے۔ (رضی اللہ عنہ)۔

دولت کی مستی، اقتدار کے نشہ، جاگیروں کے غرور، کارخانوں، ملوں کی چمنیوں کے دھوئیں، مشینوں اور ٹریفک کی وحشتوں کے شور میں کوئی ہے جو امتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غریبوں، فقیروں، مسکینوں، یتیموں، ناداروں، بیماروں اور بے آسرا روتی، چلاّتی، سسکتی ہوئی انسانیت کے سر پر محبّت کا ہاتھ پھیرے، اسے اپنائیت کا کندھا دے، اس کی تنہائی کو پُر رونق کرے، اُس کے خلوت کدۂ دل و جان میں مسرتوں کا نور بکھیرے اور قبر و حشر کی وحشتوں میں کسی کو مونسِ جاں بنائے؟

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
(مئی ۱۹۸۸ء)

نورِ ہدایت

القرآن

"اگر ناشکری کرو گے تو اللہ تم سے بے پرواہ ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری پسند نہیں کرتا اور اگر شکر کرو گے تو وہ اس کو تمہارے لیے پسند کرے گا اور کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ پھر تم کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے۔ پھر جو کچھ تم کرتے رہے وہ تم کو بتائے گا۔ وہ تو دلوں کی پوشیدہ باتوں تک سے آگاہ ہے۔ اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کو پکارتا (اور) اُس کی طرف دل سے رجوع کرتا ہے۔ پھر جب وہ اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت دیتا ہے تو جس کام کے لیے پہلے اُس کو پکارتا ہے اُسے بھول جاتا ہے اور اللہ کا شریک بنانے لگتا ہے تا کہ (لوگوں کو) اُس کے رستے سے گمراہ کرے۔ کہہ دو کہ (اے کافرِ نعمت) اپنی ناشکری سے تھوڑا سا فائدہ اٹھالے پھر تو تُو دوزخیوں میں ہوگا۔" (سورۃ الزمر: ۷،۸)

الحدیث

"سیدنا مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار! عنقریب ایک ایسا وقت بھی آرہا ہے کہ ایک شخص کو میری حدیث پہنچے گی اور وہ اپنی کرسی پر بیٹھا ہوگا (تو حدیث سن کر) وہ کہے گا ہمارے اور تمہارے درمیان صرف اللہ کی کتاب ہے پس جو چیزیں اس میں حلال پائیں گے انھیں حلال سمجھیں گے اور جن چیزوں کو اس میں حرام پائیں گے انھیں حرام سمجھیں گے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک جو چیز اللہ کے رسول نے حرام کردی وہ ایسی ہی ہے جیسے اللہ کی حرام کی ہوئی چیز۔"

(ابوداؤد والترمذی)

الآثار

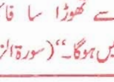

آج وطن عزیز وحشتوں کی زد میں ہے، مقتل گاہ انسانیت کی بدترین مثال ہے۔ عید کے پرمسرت موقع پر ہم اپنے رب کے حضور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی بجائے دینِ حق سے بغاوت اور یہود و نصاریٰ کی تہذیب و ثقافت کی بھول بھلیوں اور دلکشیوں میں کھو گئے۔ نتیجتاً مسجدیں ویران، معاشی بدحالی، بدامنی، لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت گری عام۔ مسلمان، مسلمان کی جان کا دشمن، ملک خانہ جنگی کے دہانے پر، حکمران اور سیاست دان کرپٹ، قومی ادارے تباہ و برباد، رشوت انعام، جھوٹ فیشن اور آرٹ، مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ عوام کے اعتماد سے محروم! آخر ایسا کیوں ہے......؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم مسلمان من حیث القوم اپنی شناخت کھو چکے ہوں؟

ہم نام کے مسلمان اور عمل میں یہود و نصاریٰ کے تمدن اور تہذیب کے اسیر ہو چکے ہوں؟

اگر واقعی ایسا ہے تو پھر یقین مانیں کہ...... یہ وحشتیں اور کلفتیں اسی دورُخے پن اور منافقت کی سزا ہیں۔

اے کاش! ایسا ہوسکتا کہ......ہم عید اسی طرح مناتے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منائی۔ ہم عید کی خوشیوں میں دنیا بھر کے معتوب و مظلوم مسلمانوں کو بھی شریک کرتے۔ اپنی دعاؤں، اخلاقی تعاون اور اپنی اجتماعی حمایت سے۔ مگر ہم نے تو انہیں یاد تک نہ کیا۔

ابن امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
(۱۰رمئی ۱۹۹۵ء)

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
بانی: ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 27 شمارہ 7 شوال المکرم 1437ھ / جولائی 2016ء

Regd.M.NO.32

تشکیل

دل کی بات:	ریاست کا حق	سید محمد کفیل بخاری	2
خط:	چیئرمین "حکمراں" کے نام خط	عبداللطیف خالد چیمہ	5
شذرات:	ایک اور بحران! مجلس احرار اسلام کی ماتحت شاخیں متوجہ ہوں	عبداللطیف خالد چیمہ	6
افکار:	اداکار حمزہ علی عباسی کے خلاف کارروائی پر قادیانی دھمکیاں	سیف اللہ خالد	8
//	مولوی اور معاشرہ	اوریا مقبول جان	10
//	تاریخ کے دو سبق ...... جواب آں غزل	محمود حجازی	13
//	کہاں سے چلے ہم کہاں آن پہنچے	پروفیسر خالد شبیر احمد	17
دین و دانش:	ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ	19
//	امیر المومنین خلیفۂ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ	مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ	26
//	سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا	مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ	33
//	صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم	شاہ بلیغ الدین رحمہ اللہ	40
//	عید الفطر	مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ	42
//	احادیث نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط: ۳)	حافظ عبید اللہ	46
ادب:	نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم	ماہر القادری	52
//	جناب پروفیسر سید محمد وکیل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر	پروفیسر خالد شبیر احمد	53
خطاب:	سیرت و سوانح امیر المومنین، خلیفۂ راشد سیدنا معاویہ سلام اللہ و رضوانہ علیہ (قسط نمبر ۳)	سید ابو معاویہ ابوذر حسنی بخاری رحمہ اللہ	54
حسن انتخاب:	تبصرۂ کتب	حافظ اخلاق احمد	60
ترحیم:	مسافران آخرت	ادارہ	62

فیضانِ نظر
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی
ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رُفقاءِ فکر
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید صبیح الحسن ہمدانی
sabeeh.hamdani@gmail.com
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com

تزئین
محمد نعمان سنجرانی
محمد مزمل حمید

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد
0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک ———— -/200 روپے
بیرون ملک ————/4000 روپے
فی شمارہ ———— -/20 روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت
بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100
بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

رابطہ
دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961
www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e- Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

ریاست کا حق

سید محمد کفیل بخاری

۵؍ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۱۱؍ جون ۲۰۱۶ء کو آج ٹی وی چینل کی شام کی نشریات ''رمضان ہمارا ایمان'' میں میزبان اداکار حمزہ علی عباسی نے اپنی گفتگو میں کہا کہ: ''ریاست کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی کو غیر مسلم ڈکلیئر کرے انھوں نے قادیانیوں کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ ان کے بھی حقوق ہیں ان کو قتل کرنے کا کسی کو حق نہیں وغیرہ وغیرہ۔

قارئین! یہ گفتگو رمضان المبارک کے حوالے سے ہونے والے پروگرام کی ہے۔ جو ایک طے شدہ منصوبے کے تحت کی گئی۔ قادیانیوں کا یہ پرانا حربہ ہے اور وقتاً فوقتاً وہ کرائے کے ٹٹوؤں سے یہ کام لیتے رہتے ہیں اور ہمیشہ منہ کی کھاتے ہیں۔ الحمدللہ اس مرتبہ بھی وہ منہ کے بل گرے اور کرچی کرچی ہو کر رہ گئے۔

سیکولر فاشسٹ ریاست کے مذہب کے ساتھ تعلق کے سوال کو صرف پاکستان کے حوالے سے ہی اٹھاتے ہیں اسرائیل اور ایران کے حوالے سے ان کی زبانیں ہمیشہ گنگ رہتی ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں ریاستیں مذہب کی بنیاد پر ہی وجود میں آئیں اور اپنی مذہبی شناخت پر پورے تعصب کے ساتھ کھڑی ہیں۔ لادین انتہا پسندوں کی خدمت میں عرض ہے کہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری نبی و رسول کی حیثیت سے اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کو کافر و مرتد قرار دیا اور اسلامی ریاست نے حکمِ نبوی کی بنیاد پر ان ملعونوں کے خلاف جہاد کیا، خلیفۂ بلافصل رسول امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امارت و قیادت میں اسلامی ریاست نے انھیں کفار و مرتدین اور ریاست کا باغی قرار دے کر ختم کیا۔

پاکستان، اسلامی ریاست ہے نہ کہ سیکولر، اسلامی جمہوریہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہے، پاکستان میں مسلمانوں کی اکثریت ہے، جو لوگ اللہ، رسول، قرآن، حدیث اور سنت پر ایمان نہیں رکھتے انھیں کیا کہیں گے، یقیناً وہ مسلمان نہیں کافر ہیں، قادیانی، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے اور مرزا قادیانی کی ہفوات کے مطابق اپنے سوا پوری اُمّت مسلمہ کو نہ صرف کافر کہتے ہیں بلکہ کنجریوں کی اولاد کہتے ہیں، قادیانی، مسلمانوں کو کافر قرار دے کر خود مسلمانوں سے الگ ہوئے ہیں۔

اسلامی ریاست غیر مسلموں کو کافر ہی کہتی ہے، مدینہ منوّرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی اسلامی ریاست قائم کی تو اسلامی ریاست نے مدینہ، خیبر اور جزائر عرب کے یہودیوں اور مشرکوں کو غیر مسلم قرار دے کر ان کے مذہبی اور

شہری حقوق متعین کر کے انھیں ریاست کا ذمی قرار دیا تھا، اگر ریاست کسی کو کافر نہیں کہہ سکتی تو پاکستان کے آئین میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کیوں طے کیے گئے ہیں، اور پاکستان کے خارش زدہ لبرل فاشسٹ اور سیکولر انتہا پسند غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کا واویلا کیوں کرتے ہیں، علماء کا فرض ہے کہ کسی کے عقائد کی بنیاد پر قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی مذہبی حیثیت متعین کریں۔ مرزا غلام قادیانی اور اس کی ''ذریت البغایا'' کو دعویٰ نبوت اور انکار عقیدۂ ختمِ نبوّت کی بنیاد پر علماءِ حق نے پہلے دن ہی غیر مسلم قرار دے دیا تھا، ریاست انھیں کافر نہ بھی کہتی تو بھی وہ کافر ہی تھے اور ہیں۔

عوام کی اکثریت نے علماء کی قیادت میں ریاست سے مطالبہ کیا اور ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی پارلیمنٹ نے ۲۲ دن کی طویل بحث اور قادیانی عقائد کا تفصیلی جائزہ لے کر متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا، قادیانیوں کی آئینی، شہری اور مذہبی حیثیت متعین کی اور پاکستان کی ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کے حقوق متعین کیے۔ حمزہ عباسی کے منہ میں امریکی اور قادیانی زبان ہے، آخر وہ قادیانیوں کو مسلمان قرار دینے پر کیوں مصر ہیں جبکہ قادیانی، مسلمانوں کو کافر کہتے اور انھیں گالیاں دیتے ہیں۔ قادیانیوں کو قتل کرنے کی بات تو کسی نے نہیں کی، علماء تو انھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور پر امن آئینی ذرائع سے تبلیغ کر رہے ہیں۔

طے شدہ متفقہ مسائل کو چھیڑا گیا تو ملک میں بدامنی ہوگی، یہ امریکی، برطانوی اور یورپی ایجنڈا ہے، طرفہ تماشا یہ ہے کہ وہ خود تو مسلمان نہیں ہوتے لیکن قادیانیوں کو مسلمان قرار دلوانے کے لیے پاکستان پر دباؤ ڈال رہے ہیں، آخر قادیانی ان کے کیا لگتے ہیں اور عالمِ کفر قادیانیوں سے کیوں محبت کرتا ہے؟

حمزہ عباسی اور ان کا سیکولر طائفہ، علامہ اقبالؒ کے بارے میں کیا کہتا ہے جنھوں نے کہا:

''قادیانی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں، قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے''

قادیانی اسلام قبول کر کے خاتم النبیین محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آجائیں، اس کے علاوہ مسلمان ہونے کا اور کوئی راستہ نہیں، ورنہ ریاست انھیں غیر مسلموں میں ہی شمار کرے گی اور ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے جو حقوق ہیں وہ قادیانیوں کو بھی ریاست دے گی۔ قادیانی اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم کرلیں تو وہ ایک غیر مسلم اقلیت کی حیثیت سے اپنے حقوق بھی حاصل کرلیں، المیہ تو یہی ہے کہ وہ غیر مسلم ہونے کے باوجود حقوق مسلمانوں کے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے جیل میں کرنل محمد رفیع سے کہا تھا کہ:

''قادیانی پاکستان میں وہ حیثیت حاصل کرنا چاہتے ہیں جو امریکہ میں یہودیوں کو حاصل ہے''

دنیا کا کوئی یہودی، عیسائی، ہندو اور سکھ اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہتا، ہر کوئی اپنی اپنی مذہبی شناخت کے ساتھ کھڑا ہے، قادیانی واحد غیر مسلم ہیں جو اپنی نہیں بلکہ مسلمانوں کی شناخت کے ساتھ رہنا چاہتا ہیں، یہ اُمّتِ مسلمہ کے حقوق پر کھلی ڈاکہ زنی ہے جسے کوئی بھی مسلمان قبول نہیں کر سکتا۔

دنیا کی کوئی طاقت قادیانیوں کے بارے میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کی پارلیمنٹ کے طے شدہ متفقہ آئینی فیصلے کو تبدیل نہیں کرا سکتی، حمزہ عباسی اور اس قماش کے لبرل گندے کیڑے سوائے غلاظت پھیلانے کے اور کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ دوسرے محلے سے بھونکنے والے کتوں کی بھونک سن کر عف عف کرنے والے شوقیہ بھونکے قادیانیوں کو کیا فائدہ دے سکتے ہیں؟ قادیانی گروہ ان کمزور اور کھوکھلی بیساکھیوں کے سہارے زندہ نہیں رہ سکتا۔

اسلام ہی زندہ دین ہے جو قیامت تک آنے والے ہر زمانے میں پوری قوت کے ساتھ کھڑا ہونے اور زندہ رہنے کی صلاحیت اور طاقت رکھتا ہے، تکمیلِ دین کے بعد اب ہر زمانہ حضور خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ ہی کی اتباع واطاعت میں ہدایت، امن اور سلامتی ہے، دنیا کا ہر مذہب غیر محفوظ اور محرف ہے، صرف اسلام ہی محفوظ اور غیر محرف وغیر متبدل ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور قرآن محفوظ ہے۔

مجلس احرارِ اسلام کے سیکرٹری جنرل جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے چیئر مین پیمرا کے نام ایک خط ارسال کیا جس پر کارروائی کرتے ہوئے پیمرا نے آج ٹی وی کے مذکورہ اداکار اینکر کے پروگرام کو بند کرنے کا حکم جاری کیا۔

ختمِ نبوّت کا تاج اور تخت ہمیشہ بلند رہے گا
ختمِ نبوّت کا علم ہمیشہ لہراتا رہے گا
قیامت کے دن بھی ''لِواء الحمد'' پرچم ختمِ نبوّت ہی لہرائے گا
محبانِ ختمِ نبوّت کو مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کی خدمت قبول فرمالی

تحفظ ختمِ نبوّت کے لیے جدوجہد کرنے والی جماعتوں، مجلس احرارِ اسلام، عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت، جمعیت علماء اسلام، شُبّانِ ختمِ نبوّت، انٹرنیشنل ختمِ نبوّت موومنٹ اور تمام برادر تنظیموں کو مبارک ہو۔

پیمرا انتظامیہ کا شکریہ، جس نے ایک حساس مسئلے کا سنجیدگی کے ساتھ نوٹس لیا، آج چینل کا متنازعہ پروگرام بند کر کے مسلمانوں کے دینی جذبات کی قدر اور ترجمانی کی اور صحیح فیصلہ کیا، تحفظ ختمِ نبوّت کی جدوجہد پوری ایمانی قوت کے ساتھ جاری رہے گی۔ ان شاء اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت جناب چیرمین ''پیمرا'' اسلام آباد

جناب عالی! اسلام علیکم!

گزارش ہے کہ ۱۱ر جون 2016، 5ر رمضان المبارک 1437 بروز ہفتہ ''آج'' ٹی وی چینل کی شام کی نشریات میں حمزہ علی عباسی کی میزبانی میں ''رمضان ہمارا ایمان'' پروگرام میں اینکر پرسن نے اُمت کے چودہ سوسالہ متفقہ عقیدۂ ختم نبوت میں تشکیک پیدا کرنے کی شعوری کوشش کی اور 1974ء میں قادیانیوں کو قومی اسمبلی میں غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کے فیصلے کو ہدف تنقید بنایا اور کہا کہ ''ریاست'' کا یہ حق نہیں کہ وہ کسی کو غیر مسلم ڈکلیئر کرے۔

جناب والا! قادیانی اسلاماً اور قانوناً غیر مسلم اقلیت ہیں لیکن قادیانی اس فیصلے کو نہ صرف تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس آئینی و دستوری فیصلے کے خلاف دنیا بھر میں مہم چلا رہے ہیں۔ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ 1973ء کے آئین میں درج اپنی متعینہ حیثیت تسلیم کرنے سے انکاری ہیں۔ ایسے میں ایک ٹی وی چینل پر اس قسم کی گمراہ کن گفتگو معاشرے میں انارکی پھیلانے کی شعوری کوشش ہے۔ اندریں حالات آں جناب سے درخواست ہے کہ ''آج'' ٹی وی چینل اور متعلقہ ذمہ داران کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی عمل میں لائی جائے۔

والسلام

عبداللطیف خالد چیمہ

کنوینر متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان

سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

69/سی، نیو مسلم ٹاؤن، وحدت روڈ لاہور

0300-6939453

13-06-2016

پیمرا ہیڈ کوارٹرز

ماؤ ایریا، G-8/1، اسلام آباد

ایک اور یوٹرن!

عبداللطیف خالد چیمہ

اسلام ایک مذہب نہیں بلکہ دین ہے اور دین اسلام انسانی زندگی کے تمام امور کا احاطہ کرتا ہے، اسی لیے متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں نے دین کے عملی نفاذ کے لیے الگ ریاست کے قیام کا مطالبہ کیا تھا، بانی پاکستان محمد علی جناح مرحوم نے متعدد بار واضح طور پر قیام ملک کا مقصد ’’اسلامی فلاحی ریاست قرار دیا تھا‘‘ لیکن واحسرتا! کہ آج تک وطنِ عزیز اسلام کا گہوارہ بننے کی بجائے، عالمی کفر کی چیرہ دستیوں کا شکار ہے اور امریکی اثر ونفوذ کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے، ہمارے حکمران اور سیاستدان امریکی مفادات کے تابع آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی پالیسیاں اپناتے چلے آرہے ہیں اور قوم کو معاشی طور پر گداگر بنا دیا ہے، سابق ڈکٹیٹر پرویز مشرف کی پالیسیوں نے اسلام اور وطن دشمنی کی تمام حدود کراس کر دیں تھیں، لیکن پاکستان کے موجودہ حکمرانوں اور مقتدر حلقوں کو اب معلوم ہوا ہے کہ

’’امریکہ بڑا مطلبی دوست ہے، مطلب نکل جائے تو آنکھیں پھیر لیتا ہے‘‘۔ (وزیر اعظم پاکستان کے مشیر برائے خارجہ امور سرتاج عزیز کا فرمان)

جناب والا! مذہبی طبقات تو شروع دن سے چیخ چیخ کر یہ بات کہتے اور لکھتے چلے آرہے ہیں لیکن ہمارے کہنے سے تو آپ ناراض ہو جاتے تھے، مقدمات بن جاتے تھے، گرفتار کر لیتے تھے، ڈرون حملوں اور ملکی سلامتی کے حوالے سے جو مؤقف سیاسی اور فوجی قیادت نے اب اختیار کیا ہے، ہم اس کے ساتھ نہ صرف پوری طرح متفق ہیں بلکہ اس کے مؤید و معاون بھی ہیں، اللہ کرے یہ یوٹرن حقیقی اور دائمی ہو اور اب کے فیصلے اسلام، عوام اور وطن عزیز کے حق میں زیادہ سے زیادہ بہتر ثابت ہوں، ہمیں محسوس ہو رہا ہے کہ ہماری قیادت کو امریکہ، انڈیا، افغانستان، ایران اور اسرائیل کے عزائم سے کما حقہ آگاہی ہو چکی ہے، اللہ کرے پاکستان کی نظریاتی وجغرافیائی سرحدیں محفوظ سے محفوظ تر ہو جائیں اور اس کے دشمن ناکام ونامراد ہو جائیں، آمین یارب العالمین!

مجلس احرارِ اسلام کی ماتحت شاخیں متوجہ ہوں

مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ ملتان 20/ مارچ 2016ء کے فیصلے کے

مطابق آئندہ پانچ سال کے لیے جماعت کی جدید رُکنیت و معاونت سازی کا عمل جاری ہے اور یہ مدت 30/جولائی 2016ء کو ختم ہورہی ہے، بظاہر اکثر ماتحت شاخوں نے اس کام کو جاری تو رکھا ہوا ہے لیکن سست روی کا شکار ہیں، ان سطور کے ذریعے جملہ ماتحت شاخوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ رُکنیت و معاونت سازی کے عمل کو تیز تر کردیں اور دستور کے مطابق اپنے اپنے انتخابات مکمل کر کے اس کی مصدقہ نقل مرکزی دفتر ملتان روانہ کریں، مزید یہ کہ رُکنیت و معاونت سازی کے دائرے کو ہر ممکن حد تک وسیع کرنے کی کوشش کریں، مساجد کے ائمہ کرام اور نمازیوں کے ساتھ ساتھ زندگی کے مختلف طبقات تک اپنا پیغام پہنچائیں، تاکہ مستقبل میں قیامِ حکومت الٰہیہ، تحفظ ختم نبوت، تحفظ ناموس صحابہ اور وطن عزیز کی حفاظت کی پُرامن جدوجہد کو پہلے سے زیادہ منظّم کیا جاسکے، جملہ ماتحت شاخیں اس بات کو ملحوظ خاطر رکھیں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ 6/اگست 2016ء کو نئی تشکیل پانے والی مجلس شوریٰ کا اجلاس لاہور میں ہوگا، جبکہ 5/6 نومبر 2016ء کو ’’کُل پاکستان احرار ورکرز کنونشن‘‘ بھی لاہور میں منعقد ہونا ہے اس لیے جملہ ماتحت شاخیں ان سطور کو سرکلر تصور کرتے ہوئے مذکورہ ہدایات پر مکمل توجہ مرکوز کرلیں کوئی دشواری پیش آئے تو مولانا محمد مغیرہ ناظم انتخابات سے رابطہ کریں، تاکید مزید کی جاتی ہے کہ غفلت ہرگز نہ برتیں، اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو آمین یارب العالمین!

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

28 جولائی 2016ء
جمعرات بعد نماز مغرب

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری
دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نمازِ مغرب مجلسِ ذکر و اصلاحی بیان ہوتا ہے

الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

اداکار حمزہ علی عباسی کے خلاف کاروائی پر قادیانی دھمکیاں

سیف اللہ خالد

دو ہفتے قبل نجی ٹی وی چینل پر قادیانیت کی حمایت کے خلاف پیمرا کو خط لکھنے پر قادیانی جماعت نے شکایت کنندگان کے فون نمبر حاصل کر کے انہیں ڈرانے دھمکانے اور گالی گلوچ کا سلسلہ شروع کر دیا ہے، قانونی کارروائی سے بچنے کی خاطر فون بیرون ملک سے کروائے جا رہے ہیں۔ دوسری جانب قادیانی جماعت کھل کر حمزہ علی عباسی کی پشت پر آ گئی ہے، قادیانی ویب نے حمزہ کے ساتھ ایک پروگرام بھی کیا ہے اور قادیانی جماعت کی نیوز ویب سائٹ Rabwa Times بھی مسلسل حمزہ علی کی حمایت میں سٹوریز شائع کر کے حمزہ اور قادیانی جماعت کے تعلق کو ثابت کیا جا رہا ہے۔

اوصاف کو دستیاب اطلاعات کے مطابق چند روز قبل ایک نجی ٹی وی پر قادیانیت کے حوالہ سے متنازع گفتگو کرنے پر ایک اداکار حمزہ علی عباسی کے خلاف مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکریٹری جنرل حاجی عبداللطیف خالد چیمہ اور دیگر کئی لوگوں نے پیمرا کو باقاعدہ درخواست دی تھی اور حمزہ اور ٹی وی کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا تھا۔ اس درخواست کے بعد تمام درخواست دہندگان کو ہراساں کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے اور ان کے موبائلز پر کال کر کے دھمکیاں دی جا رہی ہیں، ان لوگوں کا طریقہ واردات یہ ہے کہ جن لوگوں نے بھی پیمرا کو درخواستیں دی تھیں انہیں جرمنی اور کینیڈا کے فون نمبروں سے کال کی جاتی ہے، تین طرح کی کالز موصول ہو رہی ہیں، ایک وہ لوگ ہیں جو قادیانیت کی حمایت میں بحث شروع کرتے ہیں اور پھر گالم گلوچ تک اتر آتے ہیں۔ دوسرا گروپ ان لوگوں کا ہے جو فون اٹینڈ ہونے پر براہ راست گالی دینا شروع کر دیتے ہیں۔ تیسرا گروہ فون کر کے برے انجام کی دھمکیاں دیتا ہے اور یہ سلسلہ گزشتہ شب تک جاری تھا۔ اوصاف سے بات چیت کرتے ہوئے عبداللطیف خالد چیمہ نے بتایا کہ انہیں یہ کالز مسلسل موصول ہو رہی ہیں۔ لیکن ان کی گالی کے جواب میں ہم گالی نہیں دیں گے کیونکہ گالی دینا مرزا قادیانی کی سرشت کا حصہ ہے، ہمارا شیوہ نہیں، نہ ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہیں۔ مرزا نے نہ ماننے والوں کو گندی گالیاں دی ہیں جو اس کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ایک سوال پر کہ اچانک ایسا کیا ہوا کہ قادیانی معاملہ پھر متحرک ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دراصل قادیانی روزِ اوّل سے ہی عالمی استعمار کے آلہ کار ہیں۔ اس وقت عالمی استعمار کو قادیانیوں کی ضرورت ہے، وہ انہیں استعمال کر رہے ہیں، پاکستان میں ان کا ہدف پاکستان کے ایٹمی اور دفاعی اثاثے ہیں، لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے ادارے اور افواج ان کا بہترین تحفظ کر رہے ہیں، لیکن فکری محاذ

پر ہم ان کو جواب دیتے رہیں گے۔انہیں مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ہمیں ہمارا آئین تحفظ دیتا ہے کہ ہم ختم نبوت کی بات کریں۔اس سوال پر کہ قادیانی حقوق کی بات کررہے ہیں؟ ان کا جواب تھا کہ ان کے آئینی حقوق بحیثیت اقلیت ہیں ہم ان کا انکار نہیں کرتے وہ آئین میں متعین کردہ اپنی حیثیت کو تسلیم کرلیں، انہیں حقوق مل جائیں گے۔ان کا کہنا تھا کہ وہ ان دہشت پھیلانے کی کوششوں سے مرعوب نہیں ہوں گے بلکہ اس مقابلہ کریں گے اور اس کے خلاف قانونی کارروائی کا حق بھی رکھتے ہیں اور اس حوالے سے مشاورت جاری ہے۔

اوصاف سے بات چیت کرتے ہوئے ایف آئی اے کے ایک ذریعے نے کہا ہے کہ ان کے خیال میں فون کالز اتنی تواتر کے ساتھ باہر سے نہیں ہورہی ہونگی، اس کے لئے پاکستان میں بھی سافٹ ویئر دستیاب ہیں جن کے ذریعہ سے وصول کنندہ کو بیرون ملک کا نمبر دکھائی دیتا ہے، اس حوالہ سے اگر قانونی کارروائی کی جائے تو اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔

دوسری جانب قادیانی جماعت نے حمزہ علی کی مکمل سرپرستی شروع کردی ہے اور اس کا باقاعدہ اظہار کیا جارہا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حمزہ کی گفتگو کے پس پردہ قادیانی سوچ ہی تھی۔اطلاعات کے مطابق پیمرا کی جانب سے حمزہ کے پروگرام پر پابندی لگنے کے بعد قادیانی جماعت کے ترجمان ربوہ ٹائمز کی ویب سائٹ نے سوشل میڈیا پر ایک پوسٹر شیئر کیا جس کے مطابق 19/جون کو رات دس بجے حمزہ عباسی کے ساتھ لائیو پروگرام کا اعلان کیا گیا تھا اور اطلاعات ہیں کہ قادیانیوں نے حمزہ کے ساتھ اس پروگرام میں شرکت کی۔اس کے ساتھ ساتھ ربوہ ٹائمز مسلسل حمزہ کی حمایت میں خبریں اور مضامین شائع کررہا ہے، جس میں حمزہ کی حمایت اور آئین پاکستان کی توہین کی جارہی ہے۔

مجلس احرار کے سیکریٹری جنرل حاجی عبداللطیف خالد چیمہ نے اوصاف سے گفتگو میں کہا ہے کہ ربوہ ٹائمز کی ویب سائٹ کا آئین پاکستان کے خلاف پروپیگنڈہ اور اسلام کے خلاف شرانگیزی قابلِ گرفت ہے اور سائبر کرائمز کے محکمہ کو چاہیے کہ وہ اس کا سدباب کرے۔قادیانی ویب سائٹس پاکستان میں آئین پاکستان اور مسلمانوں کے جذبات کی توہین کی مرتکب ہورہی ہیں جس کے نتیجے میں اشتعال پیدا ہورہا ہے۔ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ سائبر کرائمز کا محکمہ اس کا نوٹس لے اور ایسی ویب سائٹس کے خلاف کارروائی کرتے ہوئے انہیں بلاک کرکے ذمہ داران کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے، انہوں نے اوصاف کو بتایا کہ پاکستان، اسلام اور آئین پاکستان کے خلاف کام کرنے والی تمام ویب سائٹس کے خلاف کارروائی کے لئے قانونی چارہ جوئی بھی کی جاسکتی ہے مگر یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے اداروں کی سرگرمیوں کا نوٹس لے۔

(مطبوعہ: روزنامہ ”اوصاف“ اسلام آباد)

مولوی اور معاشرہ

اوریا مقبول جان

شیر شاہ سوری کے بنائے ہوئے پیمائشِ زمین کے خوبصورت نظام کی بنیاد پر جب انگریز نے برصغیر پاک و ہند میں زمینوں کے ریکارڈ مرتب کرنے شروع کیے تو اس کے دماغ میں ایک طبقے سے شدید نفرت رچی بسی تھی اور وہ تھا اس سرزمین کا مولوی۔ انگریز کی آمد سے پہلے یہ لفظ معاشرے میں اس قدر عزت و توقیر کا حامل تھا کہ بڑے بڑے علماء و فضلاء اپنے نام کے ساتھ مولوی کا اضافہ کرتے ہوئے فخر کرتے تھے۔ انگریز کی اس طبقے سے نفرت کی بنیاد ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں پڑی جس کے سرخیل یہی مسجدوں کے مولوی تھے۔ دلی کی جامع مسجد سے جہاد کے اعلان نے برصغیر کے مسلمانوں کو اس آخری معرکے کے لیے تیار کیا۔ لیکن یہ تو گزشتہ پچاس سالوں کی وہ جدوجہد تھی جو مسجدوں چٹائیوں پر بیٹھ کر دین پڑھانے والے ان مسلمان علماء نے کی تھی۔ ٹیپو سلطان کی شہادت ایسا واقعہ تھا جس نے انگریز کو برصغیر میں قدم جمانے کا موقع فراہم کیا۔ ٹیپو سلطان کی موت کی خبر اس قدر خوش کن تھی کہ آج بھی ایڈمبرا کے قلعہ میں موجود ٹیپو کی نوادرات کے ساتھ یہ تحریر درج ہے کہ اس کی موت پر پورے انگلستان میں جشن منایا گیا۔ اس کے بعد انگریز نے ساری توجہ ان مسلمان مدرسوں کو بند کرنے، ان کو مسمار کرنے اور وہاں پر ہونے والے تدریسی کام پر پابندی لگانے پر مبذول کردی۔ شاہ ولی اللہ کا خانوادہ برصغیر کا سب سے معتبر دینی خاندان سمجھا جاتا تھا۔ اسی کے ایک سپوت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ۱۸۰۳ء میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا مشہور فتویٰ دیا اور برصغیر کو دارالحرب قرار دیا۔ یہی فتویٰ تھا جس کی بنیاد پر ۱۸۳۱ء میں سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کی تحریک انھی مسجدوں کی چٹائیوں سے اٹھی۔ سانحہ بالاکوٹ کے بعد یہ تحریک ختم نہ ہوئی بلکہ اس قیادت مولانا نصیر الدین دہلوی نے سنبھالی۔ ۱۸۴۰ء میں ان کی وفات کے بعد مولانا ولایت علی عظیم آبادی اور ان کے بھائی عنایت علی عظیم آبادی نے ان کو زندہ رکھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں یہی وہ جماعت تھی جس نے اپنے شاگردوں کی صورت ایک مزاحمتی فوج تیار کی۔ مولانا احمد شاہ مدراسی، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولانا فضل حق خیرآبادی اور دیگر علماء کی ایک طویل فہرست ہے جنھوں نے مولانا فضل حق خیرآبادی کی قیادت میں جہاد کا فتویٰ جاری کیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی قیادت مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی کررہے تھے۔ جن کے بارے میں انگریز افواج اور انتظامیہ متفق تھی کہ وہ ان کا شمالی ہند میں سب سے بڑا دشمن ہے۔ آرکائیوز کے اندر موجود دستاویز میں اس مولوی کا جس قدر خوف خط و کتاب میں دکھائی دیتا ہے وہ حیران کن ہے۔ ان کے مقابلے میں ایک دوسرا طبقہ تھا جس کی وفاداریوں نے انگریز کے دل میں اپنی جگہ بنالی تھی۔ یہ تھا خطۂ پنجاب کا زمیندار چودھری اور نواب جنھوں نے مسلمانوں کی اس جنگ آزادی میں مجاہدین کے خلاف لڑنے کے لیے افرادی قوت فراہم کی۔ یہی نہیں بلکہ ان بڑے بڑے زمینداروں نے اپنے علاقوں میں جس طرح مسلمانوں کا خون بہایا اور انگریز کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو دبایا وہ تاریخی سچائی

ہے۔ پاکستان کی اسمبلیوں میں بیٹھے ہوئے اکثر ممبران کے آباء واجداد مسلمانوں کے خلاف اس خونریزی کی قیادت کرتے تھے اور یہاں تک کہ ایک مسلمان جہادی کو مارنے کا معاوضہ صرف چند روپے لیتے تھے۔ پنجاب کی دھرتی کے یہ ”عظیم سپوت“ جن کی اولادیں آج ہماری سیاسی قیادت ہیں انگریز کے اس قدر وفادار تھے کہ جنگ عظیم اول میں جب فوج کی بھرتیاں شروع ہوئیں تو ۱۹۱۴ء میں ۲۸ ہزار میں سے ۱۴/ ہزار پنجاب سے بھرتی ہوئے۔ ۱۹۱۵ء میں ۹۳ ہزار میں سے ۴۶ ہزار پنجاب سے اور ۱۹۱۶ء کے آخر تک پورے ہندوستان سے دولاکھ تیئیس ہزار نوجوان انگریز کے لیے لڑنے کے لیے فوج میں بھرتی ہوئے۔ ان میں سے ایک لاکھ دس ہزار پنجاب سے تھے۔ دوسری جانب ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ہزاروں علماء کو پھانسیاں دی گئیں، توپ کے ساتھ باندھ کر اڑادیا گیا، کالا پانی بھیجا گیا مگر ان کی تحریک زندہ وجاوید رہی۔ ۱۸۶۴ء میں انبالہ سازش کیس میں مولانا جعفر تھانیسری، مولانا یحییٰ اور مولانا محمد شفیع کو پھانسی کی سزا سنائی جاتی ہے۔ شوق شہادت کا یہ عالم کہ تینوں سجدہ شکر ادا کرتے ہیں۔ انگریز ڈپٹی کمشنر پارسن اگلے دن آتا ہے اور کہتا ہے ”ہم تم کو تمہاری مرغوب سزا شہادت نہیں دیں گے بلکہ تمہیں تمام زندگی کالا پانی میں کاٹنا ہوگی۔ اس کے بعد یہ مشعل مستقل روشن رہتی ہے۔ ۱۸۶۳ء پٹنہ سازش، ۱۸۷۰ء مالوہ سازش، ۱۸۷۱ء انبالہ سازش، ۱۸۷۰ء راج محل سازش اور ایسی بے شمار بغاوتیں برصغیر کے اس مولوی کے سینے کا تمغہ ہیں جو بوریہ نشین تھا۔

انگریز جب ریونیو ریکارڈ مرتب کرنے لگا تو اس نے برصغیر اور خصوصاً پنجاب میں آبادی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک باعزت کاشتکار اور دوسرے غیر کاشتکار، کاشتکاروں میں وہ اعلیٰ نسل نواب، چودھری، سردار، وڈیرے اور خان شامل تھے جنھوں نے انگریز سے وفاداری کے صلے میں زمینیں، جاگیریں اور جائیدادیں حاصل کی تھیں۔ جبکہ غیر کاشتکاروں میں محنت مزدوری سے رزق کمانے والے لوہار، ترکھان، جولاہے، موچی وغیرہ۔ انھیں عرف عام میں کمی یعنی کمترین کہہ کر پکارا جانے لگا۔ پنجاب میں کمی کمین ایک عام لفظ ہے جو ہر متکبر زمیندار کے منہ پر ہوتا ہے۔ ریونیو ریکارڈ میں ایک ”فہرست کمیاں“ مرتب کی گئی جس میں لوہار، ترکھان، موچی، جولاہے کے ساتھ مسلمانوں کی قیادت کے دینی طبقے مولوی کو بھی شامل کر دیا گیا اور پھر گاؤں میں جو تضحیک کمی کمینوں کے حصے میں آئی مولوی کو بھی اسی تضحیک کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس کے باوجود اس طبقے نے مسجد کی چٹائی سے دین کی مشعل تھامے رکھی۔ ہزاروں دیہاتوں میں یہ واحد پڑھا لکھا فرد ہوا کرتا تھا لیکن بڑے زمیندار جو جاہل اور ان پڑھ تھے ان کی تذلیل سہتا، جوتیوں میں بٹھایا جاتا، کٹائی پر بیگار میں لگایا جاتا مگر کمال ہے اس مرد باصفا کا کہ صبح فجر پر مسجد پہنچتا، چبوترے پر کھڑے ہو کر اذان دیتا، لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا، بچوں کے کان میں اذان دیتا، نکاح پڑھاتا اور اس ظالم چوہدری کے مرنے پر اس کے لیے قرآن بھی پڑھتا اور دعا کے لیے ہاتھ بھی اٹھاتا۔ شہروں میں بھی مولوی کو مسجد کی ڈیوٹی تک محدود کر دیا گیا۔ معاشرے سے اس کا تعلق صرف تین مواقع پر ہوتا ہے۔ پیدائش کے وقت کان میں اذان، شادی کے وقت نکاح خوانی اور موت پر مرنے والے کا جنازہ اور دعائے مغفرت۔ ملک بھر کی چھوٹی چھوٹی لاکھوں مساجد میں یہ امام ایک مزدور سے بھی کم تنخواہ پر امت کا سب

سے اہم فریضہ یعنی اللہ کی جانب بلانا، ادا کرتے رہے، بچوں کو قرآن بھی پڑھاتے رہے اور پنجگانہ نماز کی امامت بھی۔ کبھی ایک سیکنڈ کے لیے بھی مساجد میں نماز لیٹ نہ ہوئی کہ مولوی اپنے مطالبات کے حق میں ہڑتال پر ہیں۔ اس معاشرے نے جو فرض عین انھیں سونپا انھوں نے معاشرے کے ہر شعبے سے زیادہ حسن وخوبی اور اخلاص کے ساتھ ادا کیا۔

اس سب کے بدلے میں انگریز کے اس تخلیق کردہ معاشرے نے مولوی کو کیا دیا۔ وہ قرآن جس کی تعلیم کو اللہ نے سب سے بہتر تعلیم قرار دیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان معلموں اور طالب علموں کو افضل ترین قرار دیا۔ یہ طالب جو اس راستے پر نکلے شام کو ہر دروازے پر دستک دے کر کھانا اکٹھا کرتے ہیں اور پھر جو روکھی سوکھی مل جائے اسے نوش جاں کرتے ہیں۔ عالیشان کوٹھیوں میں رہنے والے اپنے بچوں کو انگریزی، فزکس، کیمسٹری کے لیے ہزاروں روپے ماہانہ دے کر بہترین استاد کا بندوبست کرتے ہیں، لیکن قرآن پڑھانے کے لیے انھیں ایسا مولوی چاہیے جو دو وقت روٹی لے کر خوش اور زیادہ سے زیادہ عید پر ایک جوڑا۔ جنھیں اپنے سگے ماں باپ کو موت کے بعد نہلانا نہیں آتا، اپنے باپ یا ماں کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے مغفرت کی دعا کے دو حرف پڑھنے نہیں آتے وہ مولوی کا تمسخر اڑاتے رہے۔ اسے تضحیک کا نشانہ بناتے رہے۔ لیکن یہ مولوی اللہ کا بندہ اس معاشرے کی تمام تر ذلت اور رسوائی کے باوجود پانچ وقت اللہ کی بڑائی اور سید الانبیاء کی رسالت کا اعلان کرتا رہا۔ وہ اگر سرکار کی کسی مسجد میں ملازم ہوا تو اس کی عزت وتوقیر بھی پاؤں تلے روندی گئی۔ کسی اوقاف کے منیجر نے اس کو ہاتھ باندھ کر کھڑا کیا تو دوسری جانب کسی انگریز فوجی یونٹ کے کرنل نے بلا کر کہا او مولوی تمھیں سمجھ نہیں آتی یہ تم کیا قرآن کے الٹے سیدھے معانی نکالتے رہتے ہو، انسان کے بچے بن جاؤ ورنہ کوارٹر گارڈ بھی بند کر دوں گا۔ تمسخر، تضحیک، ذلت، لطیفے بازی سب اس مولوی کا مقدر تھی اور ہے۔ اب تو اگر کوئی اس حلیے کا شخص کسی چیک پوسٹ پر آجائے تو دہشتگردی کے شبے میں تلاشی کے عذاب سے بھی گزرتا ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود اس دور کی پر آشوبی میں دین کی اگر کوئی علامت ہے تو اس بوسیدہ سی مسجد کے چھوٹے سے کوارٹر میں رہنے والا مولوی۔ اسلام مولوی کا نہیں ہم سب کا ہے۔ اللہ قیامت کے روز مولوی سے نہیں پوچھے گا کہ تم نے دین کا علم حاصل کرنے اور پھیلانے میں اپنی ذمہ داری ادا کی بلکہ ہر مسلمان سے یہ سوال ہوگا۔ اس سے بھی جو مسلمان کہلاتا ہے لیکن مسلمان بنتا نہیں اور اس سے بھی جو مسجد میں چندہ دے کر یہ سمجھ لیتا ہے کہ دین کا فرض ادا ہو گیا۔ یہ رویہ جو گزشتہ دو سو سال سے انگریز نے اس معاشرے میں پیدا کیا ہے جس نے مولوی کو تمسخر کا نشانہ بنایا ایسے معاشرے میں جب ایک خاتون عالم دین اور پابند شرع شخص کو اوئے، ابے، جاہل اور ایسے ذلت آمیز الفاظ سے بلاتی ہے تو تعجب کیسا۔ ایسا وہ معاشرے کے کسی اور طبقے سے کر کے دکھائے۔ زندگی جہنم نہ بنا دیں اس کی، کسی پارٹی کے لیڈر کو اس طرح ذلیل ورسوا کرنے کی کوشش کرے۔ ہر کسی کا زور مولوی پر چلتا ہے۔

(مطبوعہ: روزنامہ ''ایکسپریس'' ۱۷/ جون ۲۰۱۶ء)

تاریخ کے دو سبق ...... جواب آں غزل

محمود حجازی

29 / مئی 2016ء کو روزنامہ ’’ایکسپریس‘‘ میں معروف کالم نگار جاوید چودھری کا کالم بعنوان ’’تاریخ کے دو سبق‘‘ نظر سے گزرا۔ اس کالم کے بنیادی نکات اور مندرجات، ٹیڑھے ترچھے زاویہ نگاہ، عجیب وغریب استدلال، الٹی سیدھی تاویلات اور بر خود غلط منطقی موشگافیوں کی عکاسی کرتے ہیں۔

موصوف نے مطالعۂ تاریخ کے مسلمہ اصولوں کو پس پشت ڈال کر تاریخ کے نام پر تاریخ کے موضوع سے جو کھلواڑ کیا ہے وہ آنجناب کے یک رخے پن، جانبدارانہ رویے اور من مانی تعبیرات وتفہیمات کا شاہکار ہے۔ ان کے اس مطالعاتی تجزیے کو نہ معروضی، نہ موضوعی، نہ انعکاسی، نہ فلسفیانہ اور نہ ہی عالمانہ قرار دیا جاسکتا ہے بلکہ یہ سطحی اصل حقائق کے برعکس اور Logic Fallacy یا منطقی تغلیط پر مبنی نظر آتا ہے۔ تاریخ کا علم جتنا متنوع وہمہ گیر ہے اتنا ہی اس کی مقتضیات ولوازمات دقت طلب ہیں۔ نہ تو یہ اندازوں اور قیاسوں کا کھیل ہے اور نہ ہی یہ ہر کس وناکس کے بس کا روگ ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مشہور انگریز ادیب میتھیو آرنلڈ کہتا ہے کہ ’’تاریخ جھوٹ کا وسیع دریا ہے۔‘‘

اور امریکہ کے سب سے بڑے مورخ ول ڈیورنٹ کی رائے کے مطابق Most history is guessing and rest is prejudice یعنی زیادہ تاریخ اندازے پر مبنی ہے اور باقی تعصب پر۔ تاریخ کے حوالے سے سب سے متوازن اور عام فہم رائے مورخ اسلام علامہ سید سلمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے 1944ء میں آل انڈیا ہسٹری کانفرنس مدراس میں خطبہ صدارت ارشاد فرماتے ہوئے دی تھی۔

’’تاریخ ایک کچی دھات ہے اس کچی دھات کو مختلف مسالوں سے جوڑ کر جیسی شکل آپ بنانا چاہیں، بنا سکتے ہیں اور اپنی ہمدردی اور بے دردی سے جس طرح چاہیں رنگ کر کے دکھا سکتے ہیں۔ دو تین جزوی باتوں کو ملا کر کلیہ بنا لینا اس فن کا آج کل سب سے آسان چٹکلہ ہے۔‘‘

اس تمہید کے بعد ہم زیر بحث کالم کے متنازعہ فیہ نکات پر بحث وتمحیص اور غور وخوض کرتے ہیں تا کہ اس سے پیدا ہونے والی غلط فہمیوں اور فکری ونظری التباسات (Illusions) کا توڑ کیا جاسکے۔ بقول مولانا ظفر علی خان......

ضبط کروں میں کب تک آہ　　　چل میرے خامہ بسم اللہ

اس کالم کا لب لباب یہ دو نکات ہیں۔

1) یہ انسان کی دس ہزار سالہ ریکارڈ ہسٹری کا پہلا سبق ہے کہ تاریخ میں آج تک کوئی ملٹری گورنمنٹ نہیں چل سکی۔
2) تاریخ کا دوسرا سبق یہ ہے کہ انسان کی دس ہزار سال کی ریکارڈ ہسٹری میں آج تک کوئی مذہبی ریاست بھی نہیں چل سکی۔

اب اس میں پہلا نکتہ ہمارے موضوع سے متعلق نہیں البتہ اتنا عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اسلام آمریت یا ظلم و جبر کی بناء پر حکومت کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ اس سلسلے میں خلیفۂ راشد چہارم سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول فیصل ہے کہ ''حکومت کفر کے نظام کی بناء پر تو چل سکتی ہے مگر ظلم کی بنیاد پر نہیں۔''

جب کہ دوسرا نکتہ صرف حد درجہ متنازع اور اختلافی ہی نہیں بلکہ حقائق کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔ اس کالم کی بوالعجبی یہ ہے کہ اس میں نیک سیرت بادشاہوں اور مسلم حکمرانوں کو ظالم و جابر غیر مسلم آمر حکمرانوں کی صف میں لا کھڑا کیا گیا ہے۔ موصوف سکندر اعظم کی حکومت اور اس کے زوال پر طائرانہ نگاہ ڈال کر چنگیز خان، ہلاکو خان، امیر تیمور اور ظہیر الدین بابر کا تذکرہ کرتے ہوئے اورنگزیب عالمگیر کی مثال بھی اسی ضمن میں پیش کرتے ہیں حالانکہ اورنگزیب عالمگیر برصغیر کا اسلامی اوصاف سے متصف حکمران تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند اور جانشین خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا قلبی ارادت کا تعلق تھا۔ علامہ اقبالؒ نے اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا تھا:

میانِ معرکۂ کفر و دیں ترکش مالا خدنگ آخریں

اورنگزیب عالمگیر کا تذکرہ کرنے کے بعد نادر شاہ ایرانی اور ہٹلر کی مثال دے کر کئی غیر مسلم اور مسلمان حکمرانوں کو ایک ہی فہرست میں شامل کر دیا۔ مثلاً اشوک اعظم، ذوالقرنین، سلطان صلاح الدین ایوبی، عبدالرحمٰن اوّل، خوارزم شاہ، محمود غزنوی، سلجوق، شاہ سلیمان، نپولین بوناپارٹ اور راجہ رنجیت سنگھ وغیرہ آج فارسی کا یہ مصرعہ بار بار میرے ذہن میں آ رہا ہے کہ......

گو فرق مراتب نہ کنی زندیقی

دوسرے لفظوں میں سب کو ایک لاٹھی سے ہانکنا کون سا انصاف ہے؟ اور اچھے برے کے درمیان فرق نہ کرنا یہ کون سی معقولیت و شرافت ہے۔ ایسے ہی فاضل کالم نگار نے مذہب کے نام پر نہ چلنے والی ریاستوں کا تذکرہ کرتے ہوئے سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنتوں کا ذکر کیا ہے۔ اس غلط استدلال پر سر پیٹنے کو دل کرتا ہے کہ انسان زعم باطل میں اس قدر آگے چلا جاتا ہے کہ وہ اظہر من الشمس حقائق کو بھی جھٹلانے لگ جاتا ہے۔ موصوف کو اس ضمن میں ہمارا چیلنج ہے کہ وہ ایک مثال دنیا کی کسی معتبر اور مستند کتاب سے ثابت کریں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ ان دونوں جلیل القدر انبیاء کے دورِ حکومت میں ایک دن بھی کوئی خرابی واقع ہوئی ہو یا انہیں امورِ حکمرانی کی سرانجام دہی میں ایک لمحے کے لئے بھی کسی قسم کی معمولی سے معمولی ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہو! یہ ایک چھوٹی سے چھوٹی مثال بھی اس

سلسلے میں پیش نہیں کر سکتے۔ تو پھر ان کی سلطنتوں کو نا کام سلطنتوں میں شمار کرنا چہ معنی دارد؟ اسی طرح موصوف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سلطنت کے آثار، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پر بننے والی ریاستوں اور مہاتما بدھ کے مذہب پر تعمیر ہونے والی ریاست کا ذکر ختم ہو جانے والی ریاستوں میں کرنے کے بعد اسلامی ریاست کی تاریخ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مدینہ منورہ اسلامی ریاست کا دارالخلافہ ہوتا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسی شہر میں شہید ہوئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی اسی شہر میں تلاوت کرتے ہوئے مسند شہادت پر فائز ہوئے۔ خلافت راشدہ کے ان تاجداروں کی شہادت کا تذکرہ ذومعنی انداز میں کیا گیا ہے حالانکہ موصوف اور اس قبیل کے دانشوری کے تمام دعویداروں کی خدمت میں عرض ہے کہ اسلام میں شہادت کی موت سعادت وفضیلت کی موت ہے۔ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے شہادت کی طلب کی۔

اس مقام پر سوال یہ نہیں بنتا کہ یہ خلفاء کرام شہید کیوں ہوئے بلکہ سوال یہ بنتا ہے کہ انہوں نے دین اسلام کی تعلیمات کے عین مطابق حکومت کی۔ کیا ان کا دور حکمرانی عدل وانصاف، مساوات اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لحاظ سے مثالی تھا یا نہیں؟ آپ دنیا بھر کی حکومتوں اور نظام ہائے حکومت سے اس کا موازنہ کر لیں تو آپ پر حقیقت واضح ہو جائے گی کہ خلافت راشدہ کا اسلامی نظام پوری دنیا کے نظاموں سے ہر لحاظ سے ارفع وافضل تھا۔

اگر آپ کی بات کو مان لیا جائے کہ ملک مذہب کی بناء پر قائم نہیں رہ سکتے، سیکولرازم کی بنیاد پر قائم رہ سکتے ہیں تو ہمارا سوال ہے کہ دنیا کی جمہوریتوں کی ماں کہلانے والا برطانیہ ایک زمانے میں جس کی حدود میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا، اب سمٹ کر محدود کیوں ہو گیا ہے؟ سیکولرازم اس کی وسعت پذیری کو قائم کیوں نہ رکھ سکا؟ اور ابھی دو سال قبل سکاٹ لینڈ کیسے علیحدگی کے دہانے پر چلا گیا تھا۔ سیکولرازم کے باوجود لوگ کیوں برطانیہ سے علیحدہ ہونا چاہتے تھے؟ اگر اس وقت غیر ملکی کمیونٹی خصوصاً چودھری سرور جیسے لوگ برطانیہ کی مدد کو نہ آتے تو وہ سکاٹ لینڈ سے جدا ہو چکا ہوتا۔

ایسے ہی مذہب کی مخالفت میں انتہائی حدود کو چھونے والا کمیونسٹ روس مذہب سے بالکل برگشتہ ہونے کے باوجود اپنی شیرازہ بندی کیوں نہ کر سکا۔ نوے کی دہائی میں اس سے گیارہ ریاستیں علیحدہ کیوں ہو گئیں؟ حالانکہ وہ تو جدید ٹیکنالوجی اور دیگر وسائل کے لحاظ سے امریکہ کا مدمقابل اور حریف تھا مگر مذہب سے دوری اس کے شیرازے کو مجتمع نہ رکھ سکی تو اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ اور نعرہ انتہائی بے بنیاد اور لغو ہے کہ مذہب کی بنیاد پر ریاستیں قائم نہیں رہ سکتیں حالانکہ ریاستوں کے ٹوٹنے اور جدا ہونے کے اسباب کچھ اور ہیں جبکہ مذہب نے تو اکثر مواقع پر ریاستوں کو جوڑنے کا کام کیا ہے فلسفہ تاریخ کے بانی علامہ ابن خلدون کی ریاست کے زوال کے بارے میں یہ رائے ہے......

''تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ ریاست کو بھی عروج حاصل ہوتا رہتا ہے لیکن جب انسانی تمدن میں تنزل آ جائے اور لوگ تعیش اور سہل پسندی کے خوگر ہو جائیں تو اس کے ساتھ ہی ریاست کا تنزل شروع ہو جاتا ہے یعنی معاشرتی زندگی میں انحطاط ریاست کی تباہی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔''

پس نوشت:۔

اب جبکہ راقم الحروف یہ سطور سپرد قلم کر رہا ہے تو جاوید چودھری صاحب کا اسی موضوع سے متعلق ایک اور کالم بعنوان ''تاریخ کا تیسرا سبق'' 31 مئی کو میرے سامنے موجود ہے۔ یہ بنیادی طور پر پہلے کالم کا تتمہ اور ضمیمہ ہے مگر اس میں وہ اعتدال کی تمام حدود کو پھلانگ چکے ہیں۔

موصوف اس میں لکھتے ہیں کہ تاریخ کا تیسرا سبق یہ ہے کہ ریاست کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی اسلامی ریاست نہیں بنائی تھی۔ اسلامی معاشرہ تشکیل دیا تھا۔

ناطقہ سر بہ گریباں ہے کہ اسے کیا کہئے   خامہ انگشت بدنداں ہے کہ اسے کیا لکھئے

یہ کیسی غلط بیانی ہے۔ یہ تو منصب نبوت سے لاعلمی کی انتہاء ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بطور حکمران کے بھی تمام دنیا کے حکمرانوں کے لئے کامل اکمل نمونہ ہے اور چودھری صاحب کا یہ کہنا کہ ریاست کے لئے قانون اور حکمران ہوتا ہے تو جناب قانون قرآن مجید کی صورت میں موجود تھا۔ قرآن دستور حیات بھی ہے اور قانون زندگی بھی اور قانون حکومت و حکمران بھی۔ اور موصوف کا یہ کہنا کہ خلفاء راشدین نے ادارے بنائے۔ بیوروکریسی بنائی تو جناب اسی میں ہمارے موقف کی تائید ہے کیونکہ خلفاء راشدین کی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ تھی اور اسی ضمن میں حدیث مبارکہ ہے کہ: ''**علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدین المھدین**''

ترجمہ: تم میں سے ہدایت یافتہ وہ ہے جو میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرے۔

قارئین! کالم نگار موصوف تو ریاست کو لادین بنانے پر تلے ہوئے ہیں جب کہ مفکر پاکستان علامہ اقبال علیہ الرحمہ مذہب کو ریاست کا لازمی جزو قرار دیتے ہیں۔ وہ لادین کے سیاست میں بارے میں یہ درس دیتے ہیں۔

میری نگاہ میں ہے یہ سیاست لادیں   کنیز اہرمن ، دوں نہاد و مردہ ضمیر

☆......☆......☆

کہاں سے چلے ہم کہاں آن پہنچے

پروفیسر خالد شبیر

آف شور کمپنیوں کے شور کے پیچھے ایک اور شور بھی ہے اور وہ شور نہیں بلکہ اب شر کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ سیاسی رقابت اپنے پورے عروج پر ہے۔ اس عروج کے پیچھے معلوم یہ ہوتا ہے کہ ایک دفعہ پھر وہی کچھ ہونے والا ہے جو پہلے ہوا تھا، یہ ملک کے لیے ایک خطرناک صورت حال ہوگی۔ اس ملک کے سیاسی پنڈتوں کی بیان بازی نے ہر محبّ وطن شہری کی نیند حرام کر کے رکھ دی ہے۔ اس بیان بازی میں نہ شعور ہے نہ تدبر نہ تفکر۔ بس اپنے اپنے مورچے میں بیٹھ کر ایک دوسرے پر اپنے دلوں کی کدورت کے تیر چلائے جاتے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ اس کے نتائج ملک اور وطن کے لیے کیا ہونگے۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ جو دراصل جنگ نہیں بلکہ ایک بین الاقوامی سازش تھی جس میں خود اس وقت کے ہمارے سیاست دان بھی برابر کے شریک تھے۔ اس حادثے کا ہدف بھی وفاق بنا کہ ایک صوبہ، مرکز یعنی وفاق سے الگ ہو کر بنگلہ دیش بن گیا اور آج کی موجودہ سیاسی ابتری میں بھی خدشہ یہی ہے کہ اس سے بھی نقصان وفاق کو ہی ہوگا۔ کیونکہ کچھ سیاسی جماعتوں کی توپوں کا رخ وفاق کی طرف ہے۔ اب صوبے وفاق کو چیلنج کر رہے ہیں کہ اگر ایسا نہ ہوا، جیسا کہ وہ چاہتے ہیں اور ستم یہ ہے کہ (وہ کیوں چاہتے ہیں اور کیا چاہتے اسے خود بھی نہیں جانتے) تو پھر وفاق ٹوٹ جانے کا خدشہ پیدا ہو جائے گا جس کی ذمہ داری بھی وفاقی حکومت پر ہوگی۔ یہ صورت حال دیکھ کر دل غم واندوہ کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب ڈوب جاتا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ فقط اس لیے کہ یہ لوگ جو بزعم خویش اپنے آپ کو آسمان کے ستارے سمجھتے ہیں دراصل آسمان سے برسنے والے آگ کے انگارے ہیں۔ اور انگارے اس لیے بن گئے ہیں کہ انھیں اس ملک کے استحکام سے کوئی سروکار نہیں اور اس کی وجہ بھی ایک ہی ہے کہ اس ملک کو غلامی سے آزاد کرانے میں ان تمام جماعتوں کے کوئی کردار تھا اور نہ ہی ان کے آباؤاجداد کا کوئی حصہ۔ بلکہ یہ حکمران ان لوگوں کی اولادیں ہیں جو انگریزوں کی حکومت کو مضبوط ومستحکم کرنے کے لیے اپنے وطن کے ساتھ غداری کے مرتکب ہوئے۔ ان سے مراعتیں اور خطاب حاصل کیے۔ مربعے حاصل کر کے اپنی معاشی حیثیت کو مضبوط بنا کر انگریزوں کے گماشتوں کا کردار ادا کرتے ہوئے ان کے دست وبازو بنے۔ اب انھی کی اولاد نے مختلف سیاسی جماعتیں بنا کر اس انتہائی قیمتی ملک جو کہ حریت پسندوں کی قربانی ان کی جان فروشی اور ان کی مسلسل انگریزوں سے بغاوت کے نتیجے میں بنا اس پر آج حکومت کا فریضہ ادا کرتے نظر آ رہے ہیں۔ انھیں کیا پتہ کہ آزادی کیسے مشکل مراحل طے کر کے حاصل کی گئی تھی۔ انگریز جس نے اس ملک پر قبضہ کر کے دنیا کے آدھے سے زیادہ ملکوں کو اپنی غلامی کا شکار بنالیا

اس ملک کو نوے سال سے زیادہ غلام نہ رکھ سکا۔ انگریز کے ان خوشہ چینوں کا اس طرح سیاست کے میدان میں اہم مقام حاصل کر لینا ان کی تو جیسے اربوں کھربوں کی لاٹری نکل آئی ہو۔

بلاول صاحب، زرداری صاحب، نواز شریف صاحب، عمران خان صاحب، یا پھر ان کی اولاد سے کوئی ایک شخص بتا سکتا ہے کہ جنگ آزادی کے ہیرو کون لوگ تھے۔ مولانا اسحاق رحمہ اللہ کے شاگرد مولانا عنایت اللہ اور مولانا ولایت علی کون تھے اور ان کا انگریزوں کے خلاف جہاد میں کیا حصہ ہے۔ شاہ ولی اللہ کے بیٹے شاہ عبدالعزیز دہلوی کا فتویٰ جہاد کیا تھا۔ شاہ ولی اللہ نے احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان کیوں بلایا۔ پانی پت کی تیسری جنگ ۱۷۶۱ء میں کیوں اور کن کے خلاف لڑی گئی۔ جنگ پلاسی میں کیا ہوا تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بہادر شاہ کے دو جرنیل جنرل احمد اور جنرل بخت کون تھے؟ تحریک ریشمی رومال کی غرض و غایت کیا تھی، شیخ الہند محمود حسن ''کالا پانی'' کیوں قید ہوئے، جو علماء آزادی کی تحریک میں سر پر کفن باندھ کر انگریزوں کے خلاف لڑے وہ اس مادر پدر آزاد جمہوریت کے لیے لڑے تھے یا پھر احیائے اسلام کے لیے؟ یہ ۱۹۳۶-۳۷ء میں انگریز نے جو جمہوریت کا کھلونا آپ کو دیا، سوچو اس کھلونے نے آپ کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا ہے، احیائے اسلام کی تحریکوں سے ہم جمہوریت کی وجہ سے اس خلفشار تک آئے ہیں جس کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے۔ سوچنا پڑے گا کہ اس جمہوریت نے ہم سے کیا لیا ہے اور بدلے میں کیا دیا ہے۔ یہ کرپشن بھی تو اسی جمہوریت کے بطن سے ہی پیدا ہوئی ہے جس نے ملک کو ایک تماشہ بنا کے رکھ دیا ہے۔

کتھو چل کے کتھے آئے کون سنے تے کون سنائے
نویں تھاں و ساون لئی گیت خوشی دے گاون لئی
اپنا آپ سجاون لئی اپنے اپنے گھر چھڈے سن
کجھ وی راس نہ آیا سانوں جو وی کیتا
آپ ای کیتا اپنے نال کر لیا مندا حال
اینج رل گئے آں اسیں ایتھے جیویں پیار نبھاون لئی
سسی رلی تھل دے اندر

☆......☆......☆

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

نام، نسب خاندان:

عائشہ رضی اللہ عنہا نام، صدیقہ لقب، ام المؤمنین خطاب ام عبداللہ کنیت اور حمیرا لقب ہے[۱]۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنت الصدیق سے خطاب فرمایا ہے[۲]۔

عبداللہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے یعنی آپ کی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے تھے، جو زیادہ تر اپنے باپ کی نسبت سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہیں۔ عرب میں کنیت شرافت کا نشان ہے، چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اولاد نہ تھی، اس لیے کوئی کنیت بھی نہ تھی۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حسرت کے ساتھ عرض پرداز ہوئیں کہ اور بیبیوں نے تو اپنی سابق اولادوں کے نام پر اپنی اپنی کنیت رکھ لی ہے میں اپنی کنیت کس کے نام پر رکھوں؟ فرمایا ''اپنے بھانجے عبداللہ کے نام پر[۳]'' چنانچہ اسی دن سے اُمِ عبداللہ، عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت قرار پائی۔

مناقب:

اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خاص مرتبہ حاصل تھا اس بناء پر کتاب اللہ کا ترجمان، سنت رسول کا معبر اور احکام اسلامی کا معلم ان سے بہتر کون ہوسکتا تھا اور لوگ پیغمبر کو صرف جلوت میں دیکھتے تھے اور یہ خلوت وجلوت دونوں میں دیکھتی تھیں، اسی بناء پر وحی کی زبان وَمَایَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی [۵۳/ النجم:۳] نے فیصلہ کیا:

فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ.[۴]

''عائشہ رضی اللہ عنہا کو عام عورتوں پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کے کھانے کو عام کھانوں پر۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر کے سوا کسی دوسری اُمّ المؤمنین کے بستر پر وحی نازل نہیں ہوئی[۵]، جبریل امین نے ان کے آستانہ پر اپنا سلام بھیجا[۶]، دوبار ناموس اکبر کو ان مادی آنکھوں سے دیکھا[۷]، عالم ملکوت کی صدائے بے جہت نے ان کی عفت وعصمت پر شہادت دی، نبوت کے الہامِ صادق نے ان کو آخرت میں پیغمبر کی چہیتی بیویوں میں ہونے کی بشارت سنائی[۸]۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ میں فخر نہیں کرتی، بلکہ بطور واقعہ کے کہتی ہوں کہ خدا نے مجھ کو نو باتیں ایسی عطا کی ہیں جو دنیا میں میرے سوا کسی اور کو نہیں ملیں، خواب میں فرشتے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میری

صورت پیش کی، جب میں سات برس کی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح کیا، جب میرا سن نو برس کا ہوا تو رخصتی ہوئی، میرے سوا کوئی اور کنواری بیوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب میرے بستر پر ہوتے، تب بھی وحی آتی تھی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین بیوی تھی، میری شان میں قرآن کی آیتیں اتریں میں نے جبریل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ہی گود میں سر رکھے ہوئے وفات پائی[۹]۔

فضل وکمال:

علمی حیثیت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ صرف عام عورتوں پر نہ صرف امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن پر، نہ صرف خاص خاص صحابیوں پر بلکہ چند بزرگوں کو چھوڑ کر تمام صحابہ پر فوقیتِ عام حاصل تھی، صحیح ترمذی میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مَااَشْکَلَ عَلَیْنَا اَصْحاب مُحَمَّدٍ صلی اللّٰہ علیه وسلم حَدیثٌ قَطُّ فَسَاً لْنَا عَائِشَةَ اِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا[۱۰]۔

''ہم صحابیوں کو کوئی ایسی مشکل بات کبھی نہیں پیش آئی کہ جس کو ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ہو اوران کے پاس اس کے متعلق کچھ معلومات ہم کو نہ ملی ہوں''۔

عطا ابن ابی الرباح تابعی جن کو متعدد صحابیوں کے تلمذ کا شرف حاصل تھا کہتے ہیں: **کَانَتْ عَائِشَةُ اَفْقَهَ النَّاسِ وَاَعْلَمَ النَّاسِ وَاَحْسَنَ رَأْ یًا فِیْ الْعَامَّةِ**[۱۱]۔

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ فقیہ، سب زیادہ صاحبِ علم اور عوام میں سب سے زیادہ اچھی رائے والی تھیں۔''

امام زہری جو تابعین کے پیشوا تھے جنھوں نے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کے آغوش میں تربیت پائی تھی، کہتے ہیں:

کَانَتْ عَائِشَةَ اَعْلَمَ النَّاسِ یَسْئَلُھَا الْاَ کَابِرُ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیه وسلم[۱۲]۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں، بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے پوچھا کرتے تھے۔''

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے صاحبزادے ابوسلمہ کہ وہ بھی جلیل القدر تابعی تھے، کہتے ہیں۔

مَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَعْلَمَ بِسُنَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیه وسلم وَلَا اَفْقَهَ فِیْ رَأیٍ اِنْ اُحْتِیْجَ اِلیٰ رَایِهٖ وَلَا اَعْلَمَ بِآیَةٍ فِیْمَا نَزَلَتْ وَلَا فَرِیْضَةٍ مِنْ عَائِشَةَ[۱۳]۔

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا جاننے والا اور رائے میں اگر اس کی ضرورت پڑے، ان سے

زیادہ فقیہ اور آیتوں کے شانِ نزول اور فرائض کے مسئلہ کا واقف کار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔''

حواریٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لختِ جگر عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

مَارَایتُ اَحَدً اَعْلَم بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، وَالْعِلْمِ وَالشِّعْرِ وَالطِّبِّ مِنْ عَائِشَةَ اُمُّ الْمُؤمِنِیْنَ[۱۴]۔

''میں نے حلال وحرام وعلم وشاعری اور طب میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔''

ایک اور روایت یہ الفاظ اس طرح ہیں:

مَارَایتُ اَحَدً اَعْلَمَ بِالْقُرْآن وَلَا بِفَرِیْضَةٍ وَلَا بِحَلَالٍ وَلَا بِفِقْهٍ وَلَا بِشِعْرٍ وَلَا بِطِبٍ وَلَا بِحَدِیْثِ الْعَرَب وَلَا نَسَبٍ مِنْ عَائِشَة[۱۵]۔

''قرآن، فرائض، حلال، فقہ، شاعری، طب، عرب کی تاریخ نسب کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر عالم کسی کو نہیں دیکھا۔''

ایک شخص نے مسروق تابعی سے جو تمام تر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تربیت یافتہ تھے، دریافت کیا کہ کیا، ام المؤمنین فرائض کا فن جانتی ہیں؟ جواب دیا۔

ایْ و الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَدْ رَأیْتُ مَشِیْخَةَ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم یَسْئَلُوْنَهَا عَنِ الْفَرَائِضِ[۱۶]۔

''خدا کی قسم میں نے بڑے بڑے صحابہ کو ان سے فرائض کے مسئلے دریافت کرتے دیکھا۔''

اخلاق وعادات:

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بچپن سے جوانی تک کا زمانہ اس ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بسر کیا جو دنیا میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے آئی تھی اور جس کے روئے جمال کا غازہ ''اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم'' [۶۸/القلم: ۴] ہے۔ اس تربیت گاہِ روحانی یعنی کاشانۂ نبوت نے پردگیانِ حرم کو حسنِ اخلاق کے اس رتبہ تک پہنچادیا تھا جو انسانیت کی روحانی ترقی کی آخری منزل ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اخلاق نہایت بلند تھا، وہ نہایت سنجیدہ، فیاض قانع عبادت گزار اور رحم دل تھیں۔

قناعت پسندی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کھانا طلب کیا پھر فرمایا میں کبھی سیر ہو کر نہیں کھاتی کہ مجھے رونا نہ آتا ہو، ان کے ایک شاگرد نے پوچھا یہ کیوں؟ فرمایا مجھے وہ حالت یاد آتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو چھوڑا، خدا کی قسم! دن میں دو دفعہ کبھی سیر ہو کر آپ نے روٹی اور گوشت نہیں کھایا۔ (ترمذی، زہد)

شوہر کی اطاعت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسرت ورضا کے حصول میں شب وروز کوشاں رہتیں، اگر ذرا بھی آپ کے چہرے پر حزن وملال وکبیدہ خاطری کا اثر نظر آتا، بیقرار ہوجاتیں[۱۷]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کا اتنا خیال تھا کہ ان کی کوئی بات ٹالتی نہ تھیں، ایک دفعہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے خفا ہوکر ان سے نہ ملنے کی قسم کھابیٹھی تھیں، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ننہالی رشتہ داروں نے سفارش کی تو انکار کرتے نہ بنا[۱۸]۔

فیاضی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اخلاق کا سب سے ممتاز جوہر ان کی طبعی فیاضی اور کشادہ دستی تھی دونوں بہنیں حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما نہایت کریم النفس اور فیاض تھیں، حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان دونوں سے زیادہ سخی اور صاحبِ کرم میں نے کسی کو نہیں دیکھا، فرق یہ تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ذرا ذرا جوڑ کر جمع کرتی تھیں، جب کچھ رقم اکٹھی ہوجاتی تھی، بانٹ دیتی تھیں اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا یہ حال تھا کہ جو کچھ پاتی تھیں، اس کو اٹھا نہیں رکھتی تھیں[۱۹] اکثر مقروض رہتی تھیں اور ادھر ادھر سے قرض لیا کرتی تھیں، لوگ عرض کرنے لگے کہ آپ کو قرض کی کیا ضرورت ہے فرماتیں کہ جس کی قرض ادا کرنے کی نیت ہوتی ہے خدا اس کی اعانت فرماتا ہے میں اس کی اسی اعانت کو ڈھونڈتی ہوں[۲۰]۔

خیرات میں تھوڑے بہت کالحاظ نہ کرتیں، جو موجود ہوتا سائل کی نذر کر دیتیں۔

ایک دفعہ ایک سائلہ آئی جس کی گود میں دو ننھے ننھے بچے تھے، اتفاق سے اس وقت گھر میں کچھ نہ تھا، صرف ایک چھوہارا تھا، اس کے دو ٹکڑے کر کے دونوں میں تقسیم کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب باہر سے تشریف لائے تو ماجرا عرض کیا[۲۱]۔ ایک دفعہ سائلہ آئی سامنے کچھ انگور کے دانے پڑے تھے، ایک دانہ اٹھا کر اس کے حوالہ کیا، اس نے دانہ کو حیرت سے دیکھا کہا ایک دانہ بھی کوئی دیتا ہے، یہ دیکھو کہ اس میں کتنے ذرے ہیں[۲۲]۔ یہ اس کی طرف اشارہ تھا۔

(فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ) [۹۹/الزلزال:۷]

''جس نے ایک ذرہ بھر بھی نیکی کی وہ اس کو دیکھے گا''

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم بھیجے، شام ہوتے ہوتے ایک حبہ بھی پاس نہ رکھا، سب محتاجوں کو دے دلا دیا، اتفاق سے اس دن روزہ رکھا تھا، لونڈی نے عرض کی افطار کے سامان کے لیے تو کچھ رکھنا تھا، فرمایا کہ تم نے یاد دلا دیا ہوتا[۲۳]۔

ایک دفعہ اور اسی قسم کا واقعہ پیش آیا روزے سے تھیں گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا اتنے میں ایک سائلہ نے

آواز دی لونڈی کو حکم دیا کہ وہ ایک روٹی بھی اس کی نذر کردو عرض کی کہ شام کو افطار کس چیز سے کیجئے گا، فرمایا یہ تو دے دو شام ہوئی کسی نے بکری کا سالن ہدیۃً بھیجا، لونڈی سے کہا دیکھو یہ تمہاری روٹی سے بہتر چیز خدا نے بھیج دی [۲۴]۔ اپنے رہنے کا مکان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کردیا تھا، قیمت جو آئی وہ سب راہِ خدا میں صرف کردی [۲۵]۔

عبادتِ الٰہی:

عبادتِ الٰہی میں اکثر مصروف رہتیں، چاشت کی نماز پڑھا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اگر میرے والد بھی قبر سے اٹھ کر آئیں اور مجھ کو منع کریں تو میں باز نہ آؤں [۲۶]۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راتوں کو اٹھ کر نماز تہجد ادا کرتی تھیں [۲۷]۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی اس قدر پابند تھیں کہ اگر اتفاق سے آنکھ لگ جاتی اور وقت پر نہ اٹھ سکتیں تو سویرے اٹھ کر نماز فجر سے پہلے تہجد ادا کرلیتیں، ایک دفعہ اسی موقع پر ان کے بھتیجے قاسم پہنچ گئے تو انھوں نے دریافت کیا کہ پھوپھی جان یہ کیسی نماز ہے؟ فرمایا میں رات کو نہیں پڑھ سکی اور اب اس کو چھوڑ نہیں سکتی ہوں [۲۸]۔

اکثر روزے رکھا کرتی تھیں اور بعض روایتوں میں ہے کہ ہمیشہ روزے سے رہتی تھیں [۲۹]۔ ایک دفعہ گرمی کے دنوں میں عرفہ کے روز روزے سے تھیں گرمی اور تپش اس قدر شدید تھی کہ سر پر پانی کے چھینٹے دیے جاتے تھے، عبدالرحمٰن آپ کے بھائی نے کہا کہ اس گرمی میں روزہ کچھ ضروری نہیں افطار کر لیجیے فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ سن چکی ہوں کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنا سال بھر کے گناہ معاف کرا دیتا ہے تو میں روزہ توڑ دوں گی [۳۰]۔ حج کی شدت سے پابند تھیں، کوئی ایسا سال بہت کم گزرتا تھا جس میں وہ حج نہ کرتی ہوں [۳۱]۔

غلاموں پر شفقت:

صرف ایک قسم کے کفارہ میں ایک دفعہ انھوں نے چالیس غلام آزاد کیے [۳۲]، آپ کے کل آزاد کیے ہوئے غلاموں کی تعداد ۶۷ تھی [۳۳]۔ تمیم کے قبیلہ کی ایک لونڈی ان کے پاس تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا کہ یہ قبیلہ بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی کی اولاد میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے اس کو آزاد کردیا۔ (بخاری کتاب العتق) بریرہ نامی مدینہ میں ایک لونڈی تھیں ان کے مالکوں نے ان کو مکاتب کیا تھا یعنی کہہ دیا تھا کہ اگر تم اتنی رقم جمع کردو آزاد ہو، اس رقم کے لیے انھوں نے لوگوں سے چندہ مانگا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو پوری رقم اپنی طرف سے ادا کر کے ان کو آزاد کردیا [۳۴]۔

وفات:

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آخری حصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کا آخری زمانہ ہے، اس وقت ان کی عمر سرسٹھ برس کی تھی، ۵۸ھ میں رمضان کے مہینہ میں بیمار پڑیں، چند روز تک علیل رہیں۔ کوئی خیریت پوچھتا، فرماتی: ''اچھی ہوں'' [۳۵]۔ جو لوگ عیادت کو آئے، بشارت دیتے، فرماتیں: ''اے کاش! میں پتھر ہوتی۔ اے

کاش! میں کسی جنگل کی جڑی بوٹی ہوتی'' [۳۶]۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تامل ہوا کہ وہ آ کر تعریف نہ کرنے لگیں، بھانجوں نے سفارش کی تو اجازت دی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''آپ کا نام ازل سے اُمّ المؤمنین تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے محبوب بیوی تھیں، رفقا سے ملنے میں اب آپ کو اتنا ہی وقفہ باقی ہے کہ روح بدن سے پرواز کر جائے، خدا نے آپ ہی کے ذریعہ تیمّم کی اجازت فرمائی۔ آپ کی شان میں قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں جواب ہر محراب و مسجد میں شب و روز پڑھیں جاتی ہیں۔ فرمایا: ابن عباس رضی اللہ عنہ مجھے اپنی اس تعریف سے معاف رکھو، مجھے یہ پسند تھا کہ میں معدوم محض ہوتی [۳۷]۔

۵۸ھ تھا اور رمضان کی سترہ تاریخ مطابق ۱۳/ جون ۶۷۸ء کی نماز وتر کے بعد شب کے وقت وفات پائی۔ جنازہ میں اتنا ہجوم تھا کہ لوگوں کا بیان ہے کہ رات کے وقت اتنا مجمع کبھی نہیں دیکھا گیا، بعض روایتوں میں عورتوں کا اژدہام دیکھ کر روز عید کے ہجوم کا دھوکا ہوتا تھا [۳۸]۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رونے کی آواز سن کر بولیں عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے جنت واجب ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پیاری بیوی تھیں۔ یہ حاکم کی روایت ہے۔ مسند طیالسی میں ہے کہ انھوں نے کہا: خدا ان پر رحمت بھیجے کہ اپنے باپ کے سوا وہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں [۳۹]۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان دنوں مدینہ کے قائم مقام حاکم تھے، انھوں نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ قاسم بن محمد ابی بکر، عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ بن عتیق، عروہ بن زبیر اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم، بھتیجوں اور بھانجوں نے قبر میں اتارا [۴۰] اور حسب وصیت جنت البقیع میں مدفون ہوئیں، مدینہ میں قیامت برپا تھی کہ آج حرمِ نبوت کی ایک اور شمع بجھ گئی۔ مسروق تابعی بیان کرتے ہیں کہ اگر ایک بات کا مجھ کو خیال نہ ہوتا تو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے لیے میں ماتم کا حلقہ قائم کرتا [۴۱]۔ ایک مدنی سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا غم اہلِ مدینہ نے کتنا کیا، جواب دیا جس جس کی وہ ماں تھیں (یعنی تمام مسلمان) اسی کو ان کا غم تھا [۴۲]۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کچھ متروکات چھوڑے جن میں سے ایک جنگل بھی تھا، یہ ان کی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے حصہ میں آیا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تبرکاً اس کو ایک لاکھ درم میں خریدا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہ نے یہ کثیر رقم عزیزوں میں تقسیم کر دی [۴۳]۔

حواشی

[۱] جن روایتوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب ''حمیرا'' (گوری) ہے محدثین کے نزدیک وہ سنداً ثابت نہیں ہیں جیسا کہ کتب موضوعات میں زیر حدیث ''خذوا شطر دینکم من الحمیراء'' مذکور ہے۔ بعضوں نے لکھا کہ نسائی کی ایک روایت میں سند صحیح لقب یہ لقب مذکور ہے، لیکن مجھ کو

تلاش پر بھی یہ روایت نہیں ملی، بلکہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ ہر وہ حدیث جس میں حمیرا ہے جھوٹی اور گھڑی ہوئی ہے۔ (کشف الخفا، مزیل الالباس مما اشتہر علی السنۃ الناس احمد عطاء حلبی جلد:۱ص:۴۷۴) بہر حال مصنفین کتب رجال نے حمیرا آپ کا لقب لکھا ہے اور للغات الحدیث مثلاً مجمع البحار اور نہایہ وغیرہ میں بھی زیر لفظ حمرا، اس کی تصریح ملی ہے واللہ اعلم، [۲]۔ترمذی تفسیر سورۂ المومنون، [۳]۔ابوداؤد کتاب الادب ومسند ابن حنبل مسند عائشہ رضی اللہ عنہا ص:۹۳، ص:۱۰۷، [۴]۔صحیح بخاری وترمذی وغیرہ، مناقب عائشہ رضی اللہ عنہا، [۵]۔صحیح بخاری مناقب عائشہ رضی اللہ عنہ، [۶، ۷، ۸]۔ایضاً، [۹]۔مستدرک للحاکم والطبقات لابن سعد، [۱۰]۔جامع ترمذی مناقب عائشہ رضی اللہ عنہا، [۱۱]۔مستدرک حاکم، [۱۲]۔طبقات ابن سعد جزء ثانی، ص:۶، [۱۳]۔مسند مذکور، [۱۴]مستدرک حاکم، [۱۵]۔زرقانی جلد:۳، ص:۲۲۷ بحوالہ حاکم وطبرانی بہ سند صحیح، [۱۶]۔مستدرک حاکم وابن سعد جز ثانی ص:۱۲۶، [۱۷]۔مسند ص:۱۱، واقعہ حنا، مسند جلد:۴، ص:۵۸، مسند جلد ۶ ص:۱۳۸، صحیح بخاری باب الجنائز ذکر ماتم جعفر طیارہ نیز دیکھو ”باب مناقب قریش“، [۱۸]۔صحیح بخاری باب مناقب قریش، [۱۹]۔مسند ابن حنبل ج:۶، ص:۹۹، [۲۰]۔ابن سعد ذکر حجرات امہات المؤمنین، [۲۱]۔۔موطائے امام مالک باب الترغیب فی الصدقہ، [۲۲]۔طبقات ابن سعد جز نساء ص:۴۵، [۲۳]۔ابن سعد جز نساء ص:۴۶، [۲۴]۔موطائے امام مالک کتاب الجامع باب الترغیب فی الصدقہ، [۲۵]۔ابن سعد ذکر حجرات امہات المؤمنین، [۲۶]۔مسند احمد جلد:۶، ص:۱۳۸، [۲۷]۔ایضاً جلد:۶، ص:۹۲، [۲۸]۔دارقطنی کتاب الصلوٰۃ، [۲۹]۔ابن سعد جز نساء، ص ۴۷، [۳۰]۔مسند احمد جلد:۶، ص:۱۲۸، [۳۱]۔صحیح بخاری باب حج النساء، [۳۲]۔صحیح بخاری باب الہجرۃ، [۳۳]۔شرح بلوغ المرام امیر اسماعیل کتاب العتق، [۳۴]۔صحیح بخاری ومسلم ومسند احمد وغیرہ، [۳۵]۔ابن سعد جز نساء ص:۵۱، [۳۶]۔ایضا، [۳۷]۔اس روایت کا صرف پہلا ٹکڑا بخاری مناقب عائشہ میں مذکور ہے اور اس سے زیادہ تفسیر سورۂ نور میں ہے لیکن پوری روایت مستدرک حاکم میں ہے، علی شرط الصحیحین، امام احمد نے مستدرک میں بھی یہ پوری روایت نقل کی ہے، [۳۸]۔ابن سعد جز نساء ص:۵۲، [۳۹]۔طیالسی مسند ام سلمہ رضی اللہ عنہا ص:۲۲۴، [۴۰]۔تمام واقعات حاکم کی مستدرک سے ماخوذ ہیں، حاکم نے ان میں سے اکثر روایتوں کی نسبت لکھا ہے کہ علی شرط الصحیحین ہیں، [۴۱]۔ابن سعد جز نساء ص:۵۴، [۴۲]۔ایضاً، [۴۳]۔صحیح بخاری باب ہبۃ الواحد للجماعۃ۔

☆......☆......☆

امیر المؤمنین خلیفۂ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

شجرۂ نسب:

آپ کا شجرۂ نسب والد کی طرف سے یوں ہے۔

علی بن عبد مناف (ابو طالب) بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ ماں کی طرف سے علی بن فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف۔ آپ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا زاد بھائی ہیں۔ عبد مناف کی اولاد بہت تھی۔ اسبابِ معاش بہت کم، اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علی کو چچا سے مانگ لیا کہ اس کی تربیت و تعلیم اور پرورش کا میں کفیل ہوں۔ ابو طالب نے بخوشی بیٹا دے دیا۔ جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پالا پوسا، پروان چڑھایا، قلبِ علی کو نورِ ایمان سے منور کیا، علم و عمل کی نعمتوں سے مالا مال کیا، داماد بنایا اور ’’اقضیٰ ھم علّی‘‘ کے منصبِ جلیلہ پر فائز کیا۔

کنیت:

آپ کو ابوالحسن ابو تراب کی کنیت سے یاد کیا جاتا ہے اور ایک غیر مشہور کنیت آپ کی ابوالقاسم الہاشمی بھی ہے۔

قبولِ اسلام:

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حکم ہوا کہ **وانذر عشیرتک الاقربین** (الشعراء:۲۱۴) کہ اپنے قرابت داروں کو آخرت کے عذاب سے ڈراؤ۔ کہ شرک چھوڑ کر توحیدِ ربانی کی طرف آجائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس ’’عشیرہ‘‘ برپا کی۔ تمام اعزہ واقرباء کی دعوت کی اور انھیں اسلام کی طرف بلایا۔ اپنی نبوت کی خبرِ صادق سنائی۔ تمام اعزہ خاموش رہے۔ ابولہب بھِنّا اٹھا اور ابو طالب خاموش رہا۔ مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ جن کی عمر اس وقت ۷ برس بتائی جاتی ہے۔ کھڑے ہوئے اور قبولِ حق کا اعلان فرمایا۔ توحید و نبوت کی شہادت پڑھی اور حلقہ بگوشِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو گئے۔

آپ کی عمر کے بارے میں اہل سنت والجماعت کے محققین کا قول یہ ہے کہ آپ ۷ برس کے تھے۔ اسی لیے اہلِ سنت نے متفقہ طور پر کہا ہے کہ بچوں میں سب سے پہلے مسلمان علی بن عبد مناف (ابو طالب) ہیں۔ آپ کے اسلام کا سببِ قوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت تھی اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا قرب تھا۔ بعض لوگوں نے فضائل ومناقب کے باب میں بڑے ردّ و کد کا اظہار کیا ہے۔ ان میں زیادہ روایات ابنِ عسا کر نے جمع کی ہیں۔ ابن کثیر فرماتے ہیں:

لا یصح شی منھا و اللہ اعلم (۱) ان میں سے کوئی روایت صحیح نہیں۔

محمد ابن کعب قرظی فرماتے ہیں۔ عورتوں میں خدیجہ الکبریٰؓ اسلام لائیں اور مردوں میں ابو بکرؓ و علیؓ۔

ولكن كان ابوبكر يظهر ايمانه وعلي يكتم ايمانه قلت خوفاً من ابيه ثم امره ابوه بمتابعه ابن عمه ونصرته۔(۲)

اور لیکن حضرت ابوبکرؓ اپنا ایمان ظاہر کرتے تھے اور حضرت علیؓ اپنے والد کے خوف سے ایمان چھپاتے تھے۔ پھر ان کے والد نے انہیں چچا کے بیٹے کی پیروی اور اس کی مدد کا حکم دیا۔

ہجرت:

سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے بعد آپ نے ہجرت کی۔

مواخات:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی کو سہل بن حنیف انصاری کا بھائی بنایا۔

وذكر ابن اسحاق وغيره من اهل السير والمغازى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اخى بينه وبين نفسه وقدوردفى ذلك احاديث كثيرة لا يصح شى منها لضعف اسانيده وركه بعض متونها۔(۳)

ابن اسحاق اور ان کے علاوہ علماء سیرت ومغازی نے ذکر کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علیؓ کو اپنا بھائی بنایا اور اس سلسلہ میں بہت سی احادیث لائے ہیں۔ لیکن ان میں سے کچھ بھی درست نہیں۔ بعض کی سند کمزور ہے اور بعض کے متن ہی رکیک ہیں۔

غزوات میں شرکت:

آپ نے غزوۂ بدر میں دادِ شجاعت دی اور بہر نوع غالب رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے آپ کا ہاتھ اس دن ''ید بیضاء'' تھا اور یہ سب نبی کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات کا اثر تھا۔ حضرت علی، حمزہ اور عبیدہ ابنِ حارث کے مقابلہ میں عتبہ، شیبہ اور ولید بھی سامنے تھے تو اللہ نے ان کے باطنی وظاہری بغض وعداوت کے بارے میں آیت نازل فرمائی: **هٰذَانِ خَصۡمَانِ اخۡتَصَمُوۡا فِىۡ رَبِّهِمۡ** (الحج:۱۹)

بعض روایات ایسی مشہور کر دی گئی ہیں کہ ان کے ردّ کرنے پر جاہل حتیٰ کہ مولوی بھی جز بز ہوتے ہیں کہ بدر کے دن آسمان سے آواز آئی: **لا سيف الا ذو الفقار ولا فتى الا علىٰ**۔ تلوار تو بس ذوالفقار ہے اور جوان تو فقط علی ہیں۔

ابن عساکر کہتے ہیں، یہ روایت مرسل ہے(۴)۔ ہاں، ایک روایت اس وجہ سے درست مانی جاسکتی ہے کہ اس پر قرآن گواہ ہے کہ غزوہ بدر میں اللہ نے ۸ ہزار فرشتے محمد واصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لیے قطار اندر قطار نازل فرمائے اور وہ ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن ابوبکرؓ کو اور مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں میں سے ایک کے ساتھ جبرائیل علیہ السلام ہیں اور دوسرے کے ساتھ میکائیل علیہ السلام۔ فرمایا اسرافیل علیہ السلام وہ عظیم فرشتہ ہے جو قتال وجہاد میں حاضر تو ہے لیکن قتل نہیں کرتا۔(۵)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں بھی شریک تھے اور دادِ شجاعت دیتے رہے۔ آپ افواجِ اسلامیہ کے میمنہ پر مقرر تھے اور سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جھنڈا آپ نے تھاما۔ آپ نے احد کی جنگ میں شدید ترین حملے کیے اور مشرکین کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور زخمی ہو گیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ہی بڑھ کر آپ کا چہرۂ انور صاف کیا تھا۔ آپ غزوۂ خندق، حدیبیہ، خیبر میں برابر شریک اصحاب رسول رہے۔ اسی طرح فتح حنین اور طائف میں بھی آپ بقیہ اصحابِ رسول کی صف میں شامل اور معیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حامل تھے۔

امامت و نیابت:

سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لیے مدینہ سے نکلنے لگے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ساکنانِ مدینہ پاک پر اپنا نائب مقرر کیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یا رسول اللہ اتخلفنی مع النساء والصبیان

''اے اللہ کے رسول! مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟''

تو اس کے جواب میں اعلم الناس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الا ترضی ان تکون منی بمنزلة ھارون من موسیٰ غیر انه لا نبی بعدی

علی! تو اس بات پر راضی نہیں کہ جس طرح موسیٰ کے لیے ہارون تھے تم میرے لیے اسی طرح ہو بجز اس کے کہ میرے بعد نبوت نہیں چلے گی۔

یہی ایک پیریڈ ہے۔ اس پر قناعت کرو اور بس۔ اس نصیحت کا واضح تعلق اس بات سے ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تک محدود حکم تھا اور وفاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس حکم کا کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ سیدنا ہارون علیہ السلام کو جو نیابت ملی تھی، وہ محدود تھی۔ مطلق نہ تھی۔ اور اگر اس واقعہ کو خلافت مطلقہ مان لیا جائے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ نماز کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو نہیں فرمایا بلکہ سیدنا عبداللہ ابنِ ام مکتومؓ کو مسجدِ نبوی کی امامت پر مامور فرمایا۔ دوسرے یہ کہ سیدنا ہارون علیہ السلام صرف چالیس دن کے لیے نائب مقرر کیے گئے تھے۔ اس کے بعد آپ کی ڈیوٹی ختم ہو گئی تھی اور آپ موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے چالیس برس قبل انتقال فرما گئے۔ (بحوالہ مشکوٰۃ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں آپ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا مگر تنہا نہیں بھیجا۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھی آپ کے ہمراہ بھیجا تاکہ حالات مکمل طور پر آپ کے قبضہ میں رہیں۔ لیکن اپنی وفات کے بعد کوئی مخفی یا ظاہری حکم نہیں دیا۔ ایسی تمام روایات جھوٹ کا پلندہ ہیں جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ جب سیدِ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور حیاتیاتی عناصر ساتھ چھوڑتے ہوئے دکھائی دیے تو سیدنا عباس بن عبدالمطلب نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو کہ آپ کے بعد کارِ نبوت اور امر امامت کس کے سپرد ہوگا۔

سئل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فیمن الا مر بعده؟ فقال واللہ لا اسئله فانه منعنا ھا

لا یعطینا ھا لناس بعدہ ابداً

فرمایا: اللہ کی قسم میں نہیں پوچھتا کہ اگر آپ نے انکار فرمادیا تو لوگ قیامت تک مجھے یہ عہدہ و نیابت نہیں دیں گے۔ تمام احادیث کی تفصیلات سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے خاندان کے بارے میں کوئی وصیتِ نیابت و امامت نہیں فرمائی۔(٦)

رافضی اور وعظ فروش مولوی جس وصیت و امامت کی دہائی دیتے ہیں وہ سراسر جھوٹ، بہتان اور افتراء ہے۔ اگر اس وصیت کو ہم مؤمنینِ اہلِ سنت مان لیں تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ صحابہ (معاذ اللہ) خائن تھے جو وصیتِ رسول کے نفاذ میں بد دیانتی کا مظاہرہ کرتے رہے۔ حالانکہ قرآن وحدیث میں صحابہ کی اجماعی حیثیت کو یوں واضح فرمایا گیا ہے کہ:

(۱) صحابہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں سے بہتر ہیں۔

(۲) اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے عہد اور بعد کے زمانہ میں بہترین زمانہ کے لوگ تھے۔

(۳) اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام امتوں کے اشرف لوگ ہیں۔ (بنص قرآن)

(۴) اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلف وخلف کا اجماع ہے کہ وہ دنیا وآخرت میں غیر مسئول ہیں اور حسنِ عاقبت، نجات ومغفرت اور معیتِ رسول کے خطاب یافتہ ہیں۔

لفظ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسا جامع لفظ ہے جس میں تمام اعزہ واقربا، اہل سنت اور دیگر اہلِ ایمان برابر کے حصہ دار ہیں۔ بخلاف دوسری نسبتوں کے کہ وہ تفریق کا موجب بنتی ہیں۔

ان سے گریز اولیٰ ہے۔ (فافھم)(۷)

بیعت وخلافت:

سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہفتہ کے دن ۱۹ ذی الحجہ ۳۵ھ کو آپ کی بیعت عام ہوئی۔ کہتے ہیں کہ صحابہ میں سب سے پہلے آپ کی بیعت سیدنا طلحہ نے کی اور فرمایا یہ کام یوں پایہ تکمیل تک نہ پہنچے گا۔ چنانچہ آپ مسجد میں آئے اور بیعتِ عام ہوئی۔ کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ انصار کی ایک جماعت نے ان کی بیعت نہ کی۔ ان کے اسماء یہ ہیں:

(۱) حسان بن ثابت (۲) کعب بن مالک (۳) مسلم بن مخلا (۴) ابوسعید (۵) محمد بن مسلم (۶) کعب بن عجرہ اور مدینہ کے کچھ لوگ شام کو چلے گئے اور انھوں نے سیدنا علی کی بیعت نہیں کی۔ ان کے اسماء یہ ہیں (۱) قدامہ بن مظعون (۲) عبداللہ بن سلام (۳) مغیرہ بن شعبہ (۴) مروان بن حکم (۵) ولید بن عقبہ (۶) ابن عمر (۷) سعد بن ابی وقاص (۸) صہیب (۹) زید بن ثابت (۱۰) محمد بن ابی مسلمہ (۱۱) سلمہ بن سلامہ بن ارقش (۱۲) اسامہ بن زید، رضوان اللہ علیہم اجمعین

ایک اور روایت کے مطابق باغیانِ کوفہ ومصر اور بصرہ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس باری باری گئے مگر انھوں نے ان کو کھلے لفظوں میں مردود قرار دیا۔ پھر سیدنا علیؓ کی خدمت میں آئے تو مالک الاشتر نے سب سے پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کی۔ جب کہ یہ شخص قتلِ عثمانؓ میں بڑے مکروہ کردار کا حامل تھا۔

اس کے بعد تمام باغیوں نے بیعت کی۔

بہر حال ان مذکورہ بزرگ صحابہؓ کے علاوہ تمام مسلمانوں نے بیعت کی اور اہلِ سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت، خلافتِ راشدہ حقہ تھی۔ مگر خلافت علی منھاج النبوۃ۔ یعنی نبوت کے طریقے پر خلافت صرف حضرت ابوبکر و عمر کی خلافت تھی۔ رضی اللہ عنہما۔

امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبۂ خلافت:

حمد الله و اثنی علیه ثم قال ان لله تعالیٰ انزل کتاباً هادیاً بین فیه الخیر و الشر فخذ وابا لخیر ودعو الشر. ان الله حرم حرماً مجهوله، وفضل حرمة المسلم علی الحرم کلها وشد بالاخلاص والتوحید حقوق المسلمین، والمسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده الا بالحق لا یحل لمسلم آذیٰ مسلماً الا بما یحب. بادروا امر العامة وخاصة احد کم الموت فان الناس امامکم وائما خلفکم الساعة تحدوبکم فتخففو تلحقوا. فانما ینتظر الناس اخراهم، اتقوا الله عباده فی عباده وبلاده فانکم مسئولون حتی عن البقاع والبهائم ثم اطیعو الله ولا تعصوه، واذا رائیتم الخیر فخذوه، واذا رائیتم النشر فدعوه (۸)

وَ اذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ (انفال:۲۶)

اللہ کی حمد وثنا کے بعد آپ نے فرمایا بے شک اللہ نے ہدایت دینے والی کتاب نازل کی ہے۔ جس میں خیر وشر کو واضح کیا ہے۔ پس تم خیر کو تھام لو اور شر کو چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ نے مجہول حرم کو حرام کیا ہے۔ اور مسلمانوں کی حرمت کو تمام مقدسات پر ترجیح دی ہے اور مسلمانوں کے حقوق کو اخلاص اور توحید سے پابند کیا ہے۔ اور مسلمان وہ ہے کہ حق کے سوا مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں۔ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو واجب اذیت کے بغیر ایذا نہیں پہنچا سکتا۔ لوگوں کے کاموں کی طرف سبقت کرو۔ تم میں سے کسی کو بھی موت آئے تو یہ خاص بات ہے۔ بلاشبہ لوگ تمہارے سامنے ہیں اور قیامت تمہارے پیچھے ہے جو تمہیں ہانک رہی ہے۔ پس تم ہلکے پھلکے ہو جاؤ اور باہم مل جاؤ۔ لوگوں کی آخری گھڑی منتظر ہے۔ اللہ کے بندوں اور ان کے شہروں کے بارے میں ڈرتے ہو۔ تم سے اراضی اور جانوروں کے متعلق پوچھا جائے گا۔ اللہ کی اطاعت کرو، نافرمانی نہ کرو۔ جب تم خیر کو دیکھو تو فوراً اپنا لو اور جب شر دیکھو تو فوراً چھوڑ دو۔'' اور اس وقت کو یاد کرو جب تم ضعیف و ناتواں تھے۔ زمین میں اور بہت تھوڑے تھے۔'' (القرآن)

چونکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی ابتداء کرنے والے مصری، کوفی اور بصری باغی ہی تھے جنھیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ خوب پہچانتے تھے۔ مگر حالات کی سنگینی اور تقاضے کچھ مختلف تھے۔ اس لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے (۱) مسلمانوں کی عام حرمت (۲) ان کی املاک کی حرمت (۳) ان کے خون کی حرمت (۴) اختلافات کے باوجود نفسی، شخصی اور منصبی حرمت کی بھی نصیحت فرمائی۔ (۵) انھیں سمجھایا اور قائل کرنے کی کوشش کی کہ اب باہمی آویزش کی بجائے مل جل کر رہو۔ (۶) لوگوں کے کام کرو۔ ان کی ضروریات کی کفالت کرو کہ اسی میں اجر ہے اور یہی فخر بھی۔ (۷) موت

تم پر منڈلا رہی ہے، قیامت تمھیں ہانک رہی ہے۔(۸) انسانوں، زمینوں، جانوروں اور تمام حرمتوں کے بارے میں تم سے پوچھ گچھ ہوگی۔(۹) سنبھلو اور اپنی ذمہ داریاں پوری کرو۔(۱۰) دیکھو اللہ سے ڈرتے رہو۔ نفس کے ''احکام'' مت مانو۔ اللہ کا حکم مانو، اس کی نافرمانی نہ کرو۔(۱۱) خیر اپناؤ اور شر چھوڑ دو۔ قرابتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تربیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ میں جھلک رہی ہیں اور واضح طور پر دل ونگاہ کو آگہی، شعور اور نورِ بصیرت مل رہے ہیں۔ آج چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی ایک حاکم اور قوم کے لیے یکساں نفع اس سے ملتا ہے۔ مگر برا ہو اشتری گروہ کا کہ انھوں نے ان میں سے کسی ایک بات پر بھی عمل نہ کیا۔ بلکہ اس کے برعکس امت میں فتنہ برپا کیا۔ صحابہ کو قتل کیا، ان کا مال لوٹا۔

(۱) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مقدس مشن قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ کو سبوتاژ کیا۔ ان پر شب خون مارا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مصالحت کی تمام تدابیر فتنہ وفساد اور خوں ریزی کے سپرد کر دیں۔(۹)

(۲) سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔(۱۰)

(۳) سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔(۱۱)

(۴) سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔(۱۲)

(۵) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خطبہ جنگ جمل کے بعد مالک الاشتر نے کہا کہ اگر علی ہمارے ساتھ راست نہ رہے تو **الحقنا علیاً بعثمان** کہ علی کو بھی عثمان سے ملا دیں گے۔(۱۳)

(۶) وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے گروہ کو باطل اور باغی تصور کرتے تھے اور ان کے ساتھ باغیوں جیسا سلوک کرنا چاہتے تھے۔ مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ایھا الناس امسکو عن ھولاء القوم ایدیکم و السنتکم۔

لوگو! اپنے ہاتھ اور زبانیں روکو اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے گروہ کو کچھ مت کہو۔(۱۴)

(۷) اور یہ کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جمل وصفین کے مقتولین کا جنازہ پڑھایا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی اور ثالثی قبول کی تو انہی قاتلینِ عثمانؓ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت بھی کر دی (۱۵)۔ اور اتہام ودشنام کی انتہا کر دی۔

(۸) پھر جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تو انہی قاتلین عثمان نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا۔ انھیں سخت سست کہا اور ان کی بہت بے عزتی کی۔(۱۶)

(۹) مالک الاشتر، حکیم بن جبلہ، شریح ابن اوفی، عبداللہ ابن سبا، سالم بن ثعلبہ، غلاب بن الہیثم باغیوں کے روساء نے جب نافرمانیوں کی حد کر دی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بآوازِ بلند فرمایا:

لعن اللّٰہ قتلۃ عثمان۔ قاتلینِ عثمان پر اللہ کی لعنت ہو۔(۱۷)

دوسری جگہ فرمایا: **اللھم العن قتلہ عثمان۔**(۱۸)

(۱۰) اسی مالک الاشتر نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو جنگِ جمل میں شدید زخمی کیا۔ آپ کے جسم پر ۳۷ زخم تھے۔ آپ نے بڑی پامردی، استقامت، بسالت اور شجاعت کے ساتھ ان موذیوں کا مقابلہ کیا اور سیدۂ کائنات ام المومنین عائشۃ الصدیقۃ الحمیرا رضی اللہ عنہا کے دفاع کا حق ادا کر دیا۔

(۱۱) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اصحاب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مال اسباب انھیں واپس کیا تو یہ اشتری سبائی سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر طعنہ زنی کرنے لگے: **کیف یحل لنا دمائھم ولا تحل لنا اموالھم** (۱۹) ان کا مال ہمارے لیے حلال نہیں تو ان کا خون بہانا ہمارے لیے کیسے حلال ہے؟

جب یہ بات سیدنا علی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: ’’تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ (معاذ اللہ) عائشہ اس کو حصہ میں ملے؟‘‘ میں نے نمونہ کے طور پر سبائیوں اور اشتریوں کی بدکاریاں گنوائی ہیں۔ ان لوگوں کے ہاتھ سے سلامتی پھیلی نہ اِن کی زبان سے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی گیارہ نصیحتیں تھیں۔ انھیں کے مقابلہ میں ان کی گیارہ بدعہدیاں، نافرمانیاں اور خباثیں ذکر کی ہیں۔ اگر ان کی دنائتوں اور شرارتوں کا ذکر مقصود ہوتا تو اس کے لیے کئی صفحات درکار ہیں۔ میری حیرانی اس وقت اور بھی بڑھ گئی جب میں نے عصرِ حاضر کے بعض محققین کو ان کی بدکاریوں سے چشم پوشی کرتے دیکھا۔ میں نہیں سمجھ سکا ان ’’محققوں‘‘ کو ان سبائی اور اشتری بدکاروں سے کیوں محبت ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پورا دورِ حکومت ان ریشہ دوانیوں کی بھینٹ چڑھ گیا۔ اگر یہ لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اور مسلمانوں کے خیر خواہ ہوتے تو آپ کی ہدایات پر عمل کرتے۔ عوام اور خواص کے ساتھ وہی رویہ اختیار کرتے جو پہلے ہی دن آپ نے خطبہ میں فرمایا۔ آپ نے تو عام انسانی حقوق کے بارے میں وہ بات فرمائی ہے جو آج اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر میں بھی نہیں مگر ان سبائی، خارجی اور اشتری ظالموں نے اکابر صحابہؓ کے منصب و حقوق کی بھی پروا نہیں کی۔ اے کاش وہ ظالم ایسا نہ کرتے۔

☆......☆......☆

حوالہ جات

(۱) البدایہ والنھایہ، ص۲۲۴، ج ۷ (۲) ایضاً (۳) ایضاً (۴) ایضاً (۵) ایضاً (۶) ص ۲۲۵ (۷) ص ۲۶۶ (۸) البدایہ ۲۲۷، ۲۲۸، ج ۷ (۹) البدایہ، ص۲۴۰، ج ۷ (۱۰) البدایہ، ص۲۳۹، ۲۴۰، ج ۷ (۱۱) ص۲۴۲ (۱۲) ص۲۴۲ (۱۳) ص۲۳۹ (۱۴) ۲۳۹ (۱۵) ص۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۸۵ (۱۶) ایضاً (۱۷) ص۲۴۱ (۱۸) ص ۳۴۳ (۱۹) ۲۴۴، ۲۴۵

سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا

مولانا محمد نافع رحمتہ اللہ علیہ

ولادت باسعادت:

سیرت نگاروں کے نزدیک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سن ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض حضرات لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں قریشِ مکہ کعبہ شریف کی بنا کر رہے تھے اس زمانہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہوئی اور اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پینتیس سال کو پہنچ چکی تھی۔ یہ واقعہ نبوت سے قریباً پانچ برس پہلے کا ہے[۱]۔

بعض علماء کے نزدیک ان کی ولادت بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئی اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت اکتالیس سال تھی۔ اسی طرح مزید اقوال بھی اس مقام میں منقول ہیں[۲]۔

اسم گرامی اور القاب:

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں مشہور قول کے مطابق حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ ان کا اسم گرامی ''فاطمہ'' ہے اور ان کے مشہور القاب ''زہرا'' اور ''بتول'' ہیں۔ حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت امِ کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن، حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی اولاد شریف ہیں اور باہمی حقیقی بہنیں ہیں۔

ان کی پرورش اور تربیت خانۂ رسول خدا کے مبارک ماحول میں ہوئی اور اپنی والدہ محترمہ کی نگرانی میں سنِ شعور کو پہنچیں اور اپنے والدین شریفین کے نفوسِ طیبہ سے مستفید ہوتی رہیں۔

شمائل وخصائل:

حدیث شریف کی کتابوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ان کی سیرت اور طرزِ طریق کو محدثین اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ:

فاقبلت فاطمة تمشی ماتخطئی مشیة الرسول الله صلی الله علیه وسلم شیئا.

یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جس وقت چلتی تھیں تو آپ رضی اللہ عنہا کی چال ڈھال اپنے والد شریف صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مشابہ ہوتی تھی[۳]۔

ترمذی شریف میں یہی مضمون حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح مروی ہے کہ:

عن عائشة قالت مارأیت احدا أشبه سمتاً ولاهدیا برسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام وقعود میں نشست وبرخاست کے عادات واطوار میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ مشابہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا طرز وطریق اخلاق شمائل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ موافق تھا: الولد سر لابیہ کے صحیح مصداق تھیں اور آپ کی گفتار رفتار اور لب و لہجہ اپنے والد شریف کے بہت مطابق تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر شفقت فرمانا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتیں تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم (ان کی رعایت خاطر کے لیے) کھڑے ہو جاتے تھے اور پیار کرنے کے لیے ہاتھ پکڑ لیتے اور بوسہ دیتے اور اپنے بیٹھنے کے مقام پر بٹھا لیتے تھے۔

اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو احتراماً حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کھڑی ہو جاتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو چوم لیتیں اور اپنی نشست پر بٹھا لیتی تھیں [۴]۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے محبت رکھنے کی ترغیب:

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ دیگر ازواج مطہرات نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایک کام کے لیے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بھیجا۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف فرما تھے تو اس کام کے متعلق گفتگو ہوئی، نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''أی بنّیة الست تحبین ما احب قالت بلیٰ قال فاحبی هٰذہٖ''

یعنی اے میری بیٹی جس کو میں محبوب رکھتا ہوں کیا تو اسے محبوب نہیں رکھتی؟ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کیوں نہیں! میں محبوب رکھتی ہوں۔ تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محبت رکھنا [۵]۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا احترام ام المؤمنین ہونے کی بناء پر لازماً کرتی تھیں اور اس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تاکید کر رکھی تھی۔ ارشاد نبوی ہوا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محبت اور عمدہ سلوک قائم رکھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس کو محبوب جانیں اس کو محبوب ہی رکھنا چاہیے۔

رازدارانہ گفتگو:

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں ایک واقعہ پیش آیا تھا جس کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے اور ہم آپ کے پاس موجود تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور اس وقت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

ہی زندہ تھیں ان کی باقی تمام اولاد قبل ازیں فوت ہو چکی تھی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اندازِ رفتار اپنے والد شریف کی رفتار کے موافق تھا۔ جس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو مرحبا فرمایا اور انھیں اپنے پاس بٹھالیا۔ پھر ان کے ساتھ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی فرمائی تو آپ رضی اللہ عنہا بے ساختہ رونے لگیں، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غمگینی دیکھی تو دوبارہ سرگوشی فرمائی، اس دفعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں۔

جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس سے تشریف لے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے وہ بات دریافت کی جس کے متعلق سرگوشی ہوئی تھی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رازدارانہ بات کو میں افشاء اور اظہار کرنا نہیں چاہتی۔

اس کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس حق کی قسم دلا کر بات کی جو میرا ان پر ہے کہ آپ مجھے ضرور خبر دیں۔ اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مرتبہ میرے ساتھ سرگوشی فرمائی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال ایک دفعہ آکر قرآن مجید میں معارضہ کرتے یعنی مجھے قرآن مجید سناتے اور مجھ سے سنتے۔ اس سال دوبار مجھے انھوں نے قرآن سنا اور سنایا، میں اس سے یہی خیال کرتا ہوں کہ میری وفات قریب آگئی ہے۔ اے فاطمہ! اللہ سے خوف کھانا اور صبر اختیار کرنا۔ میں تیرے لیے بہترین پیش رو ہوں گا۔ پس میں یہ سن کر رونے لگی۔ جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گھبراہٹ اور پریشانی دیکھی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ سرگوشی فرما کر مجھے فرمایا کہ: اے فاطمہ! تم اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ تم اہلِ جنت کی عورتوں کی سردار ہو یا مؤمنوں کی عورتوں کی سردار ہو۔

اور بعض روایات میں آتا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی کہ اسی مرض میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحلت کر جاؤں گا پس میں گریہ کرنے لگی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی فرمائی اور فرمایا کہ اے فاطمہ! تم میرے اہل بیت میں سے پہلی شخصیت ہو جو میرے پیچھے آئے گی یہ سن کر میں خنداں ہوئی [مشکوٰۃ شریف ص: ۵۶۸، طبع نور محمدی دہلی]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وصیت:

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری اوقات میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو متعدد وصایا فرمائی تھیں۔ ان میں سے ایک خصوصی وصیت ''ماتم'' سے منع کرنے کے متعلق تھی کہ میرے وصال پر کسی قسم کا مروجہ ماتم نہ کیا جائے۔

فائدہ: اس وصیت میں سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے مروجہ ماتم کے جمیع اقسام (چہرہ نوچنا اور پیٹنا، بال کھولنا، واویلا کرنا، بین کرنا اور نوحہ خوانی کرنا وغیرہ) سے تاکیداً منع فرمایا ہے۔ گویا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وساطت سے تمام امت کو یہ وصیت فرما دی گئی ہے کہ جتنے بھی اہم مصائب مؤمن کو پیش آئیں ان میں صبر اور استقامت پر رہے اور بے صبری سے اجتناب کرے۔

انتقالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کا اظہارِ غم:

گزشتہ واقعہ میں بات ذکر کردی گئی تھی کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی حالت میں مذکورہ کلام حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوئی تھی یہ آخری ایام تھے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا غلبہ تھا۔ جب مرض شدت اختیار کرگیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پریشانی کے عالم میں کہنے لگیں کہ ”واکرب اباہ“ (افسوس! ہمارے والد صاحب کی تکلیف) اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”آج کے بعد تیرے والد پر کوئی تکلیف نہیں“ پھر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارتحال ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دارِ فانی سے دارِ باقی کی طرف انتقال فرما گئے۔ (اللّٰھم صل علی محمد و علی آل محمد وبارک وسلم)

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اُمّت کے لیے مصیبتِ عظمیٰ تھی اور اس چیز کا رنج والم تمام اہلِ اسلام کے لیے ناقابل برداشت صدمہ تھا۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تمام اقرباء اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پر دہشت اور پریشانی کی کیفیت طاری تھی جس کی تفصیلات حدیث اور سیرت کی کتابوں میں بڑی وضاحت سے درج ہیں۔

ہم اس مقام میں صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلقات ذکر کررہے ہیں۔ اس بنا پر باقی حضرات کے ہم وغم کی کیفیات شدیدہ یہاں ذکر نہیں کی گئیں۔

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال ہوجانے کے بعد اظہارِ تأسف کے طور پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ ”اے باپ! آپ نے اپنے رب کی دعوت قبول کی۔ اے باپ! جنت الفردوس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹھکانہ ہوگا۔ اے باپ! ہم جبرائیل علیہ السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی خبر دیتے ہیں“۔

اس کے بعد آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن دفن اور جنازہ کے مراحل گزرے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم دفن ہوئے آپ کے دفن کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واپس ہوئے، خادم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دریافت فرمانے لگیں اور ازراہِ تحسر وافسوس سوال کیا کہ:

یا انس! اطابت انفسکم ان تحثوا علی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم التراب! (رواہ البخاری)

یعنی اے انس! آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر مٹی ڈالنا تم لوگوں کو کس طرح اچھا معلوم ہوا؟ اور کس طرح تم نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنا گوارہ کرلیا[٦]۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مرض الوفات اور ان کی تیمارداری:

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نہایت مغموم رہتی تھیں اور یہ ایام انھوں نے صبر وسکون کے ساتھ پورے کیے۔ آپ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے لیے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس جو خلیفۂ اوّل صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں تشریف لاتیں اور خدمات سرانجام دیتی تھیں۔

اسماء بنت عمیس وہ خوش بخت خاتون ہیں جو قبل ازیں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رہیں ان سے ان کی اولاد بھی ہوئی تھی مگر جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تو ان کے بعد ان کا نکاح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ وصالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو ان کی تیمار داری میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا خصوصی حصہ تھا۔ اسماء رضی اللہ عنہا اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفۂ اوّل کے نکاح میں تھیں آپ کی وفات کے بعد حضرت اسماء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھے ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں اور چند روز بیمار رہیں۔ پھر تین رمضان المبارک ۱۱ھ میں منگل کی شب ان کا انتقال ہوا۔ اس وقت ان کی عمر مبارک علماء نے اٹھائیس یا انتیس برس ذکر کی ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سن وفات اور ان کی عمر کی تعیین میں سیرت نگاروں نے متعدد اقوال لکھے ہیں ہم نے یہاں مشہور قول کے مطابق تاریخ انتقال اور مدت عمر درج کی ہے [۷]۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال اور ارتحال خصوصاً اس وقت کے اہلِ اسلام کے لیے ایک عظیم صدمہ تھا۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ میں موجود تھے ان کے غم والم کی انتہا نہ رہی اور ان کی پریشانی حد سے متجاوز ہو گئی۔ تمام اہلِ مدینہ اس صدمہ سے متاثر تھے خصوصاً مدینہ طیبہ میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس صدمۂ کبریٰ کی وجہ سے نہایت اندوہ گین تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اندوہ گین ہونا اس وجہ سے بھی نہایت اہم تھا کہ ان کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلاواسطہ اولاد کی نسبی نشانی اختتام پذیر ہو گئی تھی۔ ان حالات میں سب حضرات کی خواہش تھی کہ ہم اپنے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی کے جنازہ میں شامل ہوں اور اس سعادتِ عظمیٰ سے بہرہ اندوز ہوں۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا بعد از مغرب اور قبل العشاء انتقال ہونا علماء نے ذکر کیا ہے۔ اس مختصر وقت میں جو حضرات موجود تھے وہ سب جمع ہوئے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا غسل اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی خدمات:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے قبل از وفات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس کو یہ وصیت کی تھی کہ آپ مجھے بعد از وفات غسل دیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ معاون ہوں۔

چنانچہ حسب وصیت حضرت اسماء بنت عمیس نے آپ رضی اللہ عنہا کے غسل کا انتظام کیا ان کے ساتھ غسل کی معاونت میں بعض اور بیبیاں بھی شامل تھیں مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابورافع رضی اللہ عنہ کی بیوی سلمیٰ رضی اللہ عنہا اور اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا وغیرہ۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس سارے انتظام کی نگرانی کرنے والے تھے [۸]۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بعض وصایا جو غسل واغتسال کے متعلق پائے جاتے ہیں ان میں بعض چیزیں بالکل قابلِ اعتبار نہیں ہیں۔

چنانچہ علماء نے اس موقع پر فرمایا ہے کہ:

وماروی من انها اغتسلت قبل وفاتها و اوصت ان لا تغسل بعد ذالک فضعیف لایعول علیه. اللّٰه علم[۹].

مطلب یہ ہے کہ بعض روایات میں جو آیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے انتقال سے قبل غسل کرلیا تھا اور وصیت فرمائی تھی کہ مجھے اس کے بعد غسل نہ دیا جائے یہ ضعیف ہے اس قسم کی باتوں پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔(اس کی وجہ ضعف ابن اسحاق کا تفرد ہے)

غسل کے متعلق وہی روایت صحیح ہے جو اوپر ذکر کردی گئی ہے یعنی حضرت اسماء اور دیگر خواتین نے مل کر حسب قاعدہ شرعی بعداز وفات غسل سرانجام دیا تھا۔اس لیے کہ میت کے لیے اسلام کا قاعدہ شرعی یہی ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صلوٰۃ جنازہ اور شیخین کی شمولیت:

غسل اور تجہیز وتکفین کے مراحل کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ کا مرحلہ پیش آیا تو آں محترمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ پر خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو اس موقع پر موجود تھے،تشریف لائے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آگے تشریف لاکر جنازہ پڑھائیں جواب میں حضرت علی المرتضیٰ نے ذکر کیا کہ آنجناب خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جناب کی موجودگی میں مَیں جنازہ پڑھانے کے لیے پیش قدمی نہیں کرسکتا۔نماز جنازہ پڑھانا آپ ہی کا حق ہے آپ تشریف لائیں اور جنازہ پڑھائیں اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آگے تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا چار تکبیر کے ساتھ جنازہ پڑھایا۔باقی تمام حضرات نے ان کی اقتداء میں صلوٰۃِ جنازہ ادا کی۔

یہ باتیں متعدد مصنفین نے اپنی اپنی تصانیف میں باحوالہ ذکر کی ہے چنانچہ چند ایک عبارتیں اہل علم کی تسلی خاطر کے لیے بعینہٖ ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

۱.عن حمّاد عن ابراهیم قال صلی ابوبکر الصدیق علی فاطمة بنت رسول الله صلی اللّٰه علیه وسلم فکبر علیها اربعاً[۱۰].

یعنی ابراہیم (النخعی) فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ پڑھایا اور اس پر چار تکبیریں کہیں۔

۲.عن جعفر ابن محمد عن ابیه قال ماتت فاطمة بنت النبی صلی الله علیه وسلم فجاء ابوبکر وعمر لیصلوا فقال ابوبکر لعلی ابن ابی طالب تقدم فقال ماکنت لا تقدم وأنت خلیفة رسول الله صلی الله علیه وسلم فتقدم ابوبکر وصلی علیها[۱۱].

یعنی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد امام محمد باقر سے ذکر فرماتے ہیں کہ محمد باقر نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ دونوں تشریف

لائے تا کہ جنازہ کی نماز پڑھیں۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ آپ آگے ہو کر نماز پڑھائیے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ (رضی اللہ عنہ) کے ہوتے ہوئے میں آگے نہیں ہوتا۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے تشریف لائے اور حضرت فاطمۃ الزہرا کا جنازہ پڑھایا۔

۳۔ طبقات ابن سعد میں ہے: **عن مجاهد عن الشعبی قال صلی علیها ابوبکر رضی الله عنه و عنها.**

یعنی شعبی کہتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھی [۱۲]۔

حوالہ جات

[۱]۔ طبقات ابن سعد ص: ۱۱، ج: ۸، تحت ذکر فاطمہ رضی اللہ عنہا طبع لیڈن، الاصابہ لابن حجر ص: ۳۶۵، ج: ۴ تحت ذکر فاطمہ رضی اللہ عنہا، تفسیر القرطبی ص: ۲۴۱، ج: ۱۴، تحت آیت قل لازواجک وبنا تک...... الخ (سورۃ احزاب)، [۲]۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر ص: ۳۶۵، ج: ۴ تحت تذکرہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا، [۳]۔ مسلم شریف ص: ۲۹۰ ج: ثانی، باب فضائل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، [۴]۔ مشکوٰۃ شریف ص: ۴۰۲ بحوالہ ابوداؤد باب المصافحہ والمعانقہ، [۵]۔ مسلم شریف ص: ۲۸۵، ج: ۲ باب فضائل عائشہ رضی اللہ عنہا، [۶]۔ مشکوٰۃ شریف ص: ۵۴۷ الفصل الاوّل عن انس باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ طبع نور محمدی دہلی، [۷]۔ البدایۃ والنہایۃ ص: ۳۳۴، ج: ۶ تحت حالات ۱۱ھ، وفاء الوفاء للسمہودی ص: ۹۰۵، ج: ۳ تحت عنوان قبر فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، [۸]۔ اسد الغابہ ص: ۴۷۸، ج: ۵ تحت سلمٰی امراۃ ابی رافع رضی اللہ عنہ، [۹]۔ البدایہ والنہایہ ص: ۳۳۳، ج: ۶، [۱۰]۔ طبقات ابن سعد ص: ۱۹ ج: ۸ تحت تذکرہ فاطمہ رضی اللہ عنہا طبع لیڈن، [۱۱]۔ کنز العمال ص: ۳۱۸، ج: ۶ خط فی رواۃ مالک طبع اول حیدرآباد دکن تحت فضل الصدیق رضی اللہ عنہ (مسندات علی رضی اللہ عنہ باب فضائل الصحابۃ)، [۱۲]۔ طبقات ابن سعد ص: ۱۹، ج: ۸ تحت تذکرہ فاطمہ رضی اللہ عنہا طبع قدیم۔

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

شاہ بلیغ الدین رحمتہ اللہ علیہ

فرمایا کہ اُحد کا پہاڑ سونے کا بن جائے اور کوئی یہ پورا سونے کا پہاڑ اللہ کی راہ میں بانٹ دے اور میرا صحابی ایک مُد، سمجھو کہ ایک مٹھی اللہ کی راہ میں دے تو جو ثواب میرے صحابی کو ہوگا اس کا آدھا ثواب بھی اسے نہ ملے گا جو سونے کا پہاڑ لُٹا دے گا یہ روایت حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے بخاری اور مسلم دونوں میں یہ موجود ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی کیفیت اُمت میں یہ ہے کہ جیسے کھانے میں نمک اگر نمک نہیں تو کھانا بیکار ہے!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت امام نسائی کے پاس ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تعظیم کرو میرے صحابہ کی اس واسطے کہ وہ تم میں سب سے بہتر ہیں ان کے وہ بہتر ہیں جو ان کے نزدیک ہیں یعنی تابعین۔ صحابہ وہ جنھوں نے ایمان کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ کی باتیں سنیں۔ تابعین وہ مسلمان جنھوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا اور ان کی باتیں سنیں۔ جیسے حسن بصری، امام ابوحنیفہ سیدنا جعفر الصادق! ارشاد نبوی ہوا کہ بعد ان کے وہ لوگ ہیں جو ان کے نزدیک رہے یعنی تبع تابعین! یہ یعنی تابعین کو دیکھنے والے مسلمان ہیں۔

سیدہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے دن سے قیامت تک جتنے لوگ پیدا ہوں گے ان میں سب سے بہتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ جنھوں نے مکے میں وفات پائی، استیعاب کی رو سے آخری صحابی تھے جو فوت ہوئے۔ ان کی وفات ۱۰۰ھ یا ۱۰۲ھ میں ہوئی۔ بصرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ اب دیہات کے چند بدو ایسے باقی رہ گئے ہیں جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اب ایسا کوئی شخص باقی نہیں رہا جس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہو۔ یہ بات ۹۳ھ کی ہے یا اس سے ایک سال آگے پیچھے کی ہوگی جب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا۔ مؤرخین اور محدثین کے عام رجحان کے مطابق شاہ اسماعیل شہید نے لکھا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ ۱۱۰ھ تک رہا۔ تابعین کا ۱۷۰ھ تک اور تبع تابعین کا زمانہ ۲۶۰ھ تک رہا۔ یہی تین بہتر زمانے قرار دیے گئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مفضل رضی اللہ عنہ کی روایت جامع ترمذی میں ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''ڈرو اللہ سے خبردار ہو جاؤ اور ڈرو اللہ سے متنبہ ہو جاؤ اور ڈرو اللہ سے میرے صحابہ کے بارے میں ہرگز ہرگز میرے

بعدان کو تنقید کا نشانہ نہ بنانا۔ جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی، جس نے ان سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا، جس نے انھیں تکلیف دی اس نے مجھے ایذا پہنچائی، جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ سے دشمنی کی۔ بہت جلد اللہ تعالیٰ اسے جکڑ لے گا''۔

مشکوٰۃ میں جامع ترمذی کے حوالے سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو کہو کہ ان برا کہنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف امت کے حق میں رحمت تھا، بعد کے لوگوں کا آپس کا اختلاف گمراہی ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے مجھے بتایا کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم آسمان کے تاروں کی طرح روشن ہیں۔ ان میں سے جس کا ہاتھ تھام لیا جائے وہ صراطِ مستقیم کی طرف لے جائے گا کیونکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل تھے جس طرح سفینۂ نوح نجات کا موجب تھا اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انسانیت کے نجات دہندہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہیں یعنی آپ کے گھر والے آپ کے پکے اور سچے پیروکار!

قرآن نے کہا صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کے دوست اور آپس میں رفیق شفیق تھے، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی تھے، اسی لیے اصحابِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رضی اللہ عنہم کہا جاتا ہے، قرآن کے اس لقب سے بہتر ان کے لیے کوئی اور لقب نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی کا اظہار فرما کر زمین میں ان کو خلافت عطا فرمائی۔ ان کے نام روشن کیے، اسی لیے جب تک صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مسلمانوں کے امیر رہے ان کے دور کو خلافتِ راشدہ کہا جاتا ہے۔ خلفائے راشدین چھ تھے۔ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا حسن، سیدنا معاویہ، سیدنا رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ خلافتِ راشدہ میں اسلامی مملکت سوسِ اقصیٰ، پاکستان، سمرقند و بخارا تک پھیلی اور جہاں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے قدم گئے سمندر پر زمین پر فتح وکامرانی نے ان کے قدم چومے، وہ علم وحکمت کے امین اور تہذیب وتمدن کے نقیب تھے۔ چشمِ فلک نے ان سے اچھے انسان کبھی نہیں دیکھے۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ ہوتے تو نہ ہم قرآن وسنت سے واقف ہوتے نہ ہمیں وضو کرنا آتا نہ نماز پڑھنا۔ اس لیے ان کا احسان کبھی نہیں بھلایا جا سکتا۔ دین کو مٹانے کے لیے سبائی فتنہ گروں نے جب کوفہ، بصرہ، مصر اور ایران میں اپنے چودہ خفیہ اڈے قائم کیے تو جھوٹ کی ان فیکٹریوں سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بدنام کرنے کی مہم شروع ہوئی، ورنہ کبھی کسی مسلمان نے ان کی عظمت اور جلالت سے انکار نہیں کیا۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت تو ایمان کا جزو ہے۔

(مطبوعہ: طوبیٰ)

☆......☆......☆

عیدالفطر

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

فقیر نے یہ تحریر مولانا ابوالکلام آزادؒ کے عیدالفطر کے حوالے سے لکھے جانے والے ایک منفرد مضمون میں سے منتخب کی ہے۔ اس میں عمومی تحریروں کی طرح عید کے فضائل ومسائل نہیں بیان کیے گئے۔ مختصراً کہا جائے تو یہ تحریر امت مرحومہ کو اس کا بھولا سبق یاد دلاتی ہے اور اس کا حرف حرف دعوت فکر کہن دیتا ہے۔ اس کا عنوان گو سادہ سا ہے لیکن مولانا آزادؒ کے فکر اور خاص داعیانہ انداز نے اس کو وہ رنگ دیا ہے کہ جیسے جیسے پڑھتے جاؤ دل ودماغ کی دنیا میں ہلچل پیدا ہو جاتی ہے۔ غرض اس تحریر سے عید کا حقیقی معنیٰ ومفہوم سمجھ میں آتا ہے۔ اور بندۂ حقیر نے تو مولاناؒ کی اس تحریر سے ہی اس جشنِ ملّی کی حقیقت کو سمجھا ہے اور اسی حقیقت کو آپ تک پہنچانے کے لیے اس کا انتخاب کیا ہے۔ دعا ہے کہ رب کریم قارئین کو اس کے مطالب مطلوب تک لے جائے۔ مولاناؒ کی قبر منور فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔ (عطاء اللہ ثالث)

دنیا کی ہر قوم کے لیے سال بھر میں دو چار دن ایسے ضرور آتے ہیں جن کو وہ اپنے کسی قومی جشن کی یادگار سمجھ کر عزیز رکھتی ہے، اور قوم کے ہر فرد کے لیے ان کا ورود عیش ونشاط کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ مسلمانوں کا جشن اور ماتم، خوشی اور غم، مرنا اور جینا، جو کچھ تھا خدا کے لیے تھا۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ. (سورۃ الانعام:۱۶۲۔۱۶۳)

کہہ دے کہ میری نماز، میری تمام عبادت، میرا مرنا، میرا جینا جو کچھ ہے اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، اور جس کا کوئی شریک نہیں، مجھ کو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں پہلا مسلمان ہوں۔

اوروں کا جشن ونشاط لذائذ دنیوی کے حصول اور خواہشوں کی کام جوئیوں میں تھا، مگر ان کے ارادے مشیت الٰہی کے ماتحت، اور خواہشیں رضائے الٰہی کی محکوم تھیں، ان کے لیے سب سے بڑا ماتم یہ تھا کہ دل اس کی یاد سے غافل اور زبان اس کے ذکر سے محروم ہو جائے اور سب سے بڑا جشن یہ تھا کہ سر اس کی اطاعت میں جھکے ہوں اور زبان اس کی حمد وتقدیس سے لذت یاب ہو

اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِھَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَ ھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ. تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا. (سورۃ السجدہ:۱۵۔۱۶)

ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لائے ہیں کہ جب ان کو وہ یاد دلائی جاتی ہیں تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے

پروردگار کی حمد وثنا کے ساتھ تسبیح وتقدیس کرتے ہیں،اوروہ کسی طرح کا تکبرو بڑائی نہیں کرتے۔رات کو جب سوتے ہیں توان کے پہلو بستروں سے آشنا نہیں ہوتے اورامید وبیم کے عالم میں کروٹیں لے کراپنے پروردگار سے دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔

ان کوپیش گاہ الٰہی سے طاعت وشکرگذاری کے جشن کے لیے دودن ملے تھے۔پہلا دن عید الفطر کا تھا۔یہ اس ماہ مقدس کے اختتام اورافضال الٰہی کے دورجدید کے اولین یوم کا جشن تھا جس میں سب سے پہلے خدا تعالےٰ نے اپنے کلام سے ان کو مخاطب فرمایا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ.(سورۃ البقرہ:۱۸۵)

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن مجید اول اول نازل کیا گیا۔

اسی مہینے کے آخری عشرے میں سب سے پہلے انہیں وہ نورصداقت اور کتاب مبین دی گئی،جس نے انسانی معتقدات واعمال کی تمام ظلمتوں کو دور کیا،اورایک روشن اورسیدھی راہ دنیا کے آگے کھول دی۔

قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ.یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ.(سورۃ المائدہ:۱۵۔۱۶)

بے شک خدا کی طرف سے تمہارے پاس (قرآن) ایک روشنی اور کھلی ہدایت بخشنے والی کتاب بھیجی گئی اللہ اس کے ذریعے اپنی رضا چاہنے والوں کوسلامتی کی راہوں پر ہدایت کرتا ہے۔

انسانی ضمیر کی روشنی،جب کہ ظلمت اورضلالت سے چھپ گئی تھی،فطرت کے حسن اصلی پر جب انسان نے بداعمالیوں کے پردے ڈال دیے تھے،قوانین الٰہی کا احترام دنیا سے اٹھ گیا تھا،اورطغیان وسرکشی کے سیلاب میں خدا کے رسولوں کی بنائی ہوئی عمارتیں بہہ رہی تھیں

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ.(سورۃ الروم:۴۱)

خشکی اورتری،دونوں میں انسانوں کے اعمال بد کی وجہ سے فساد پھیل گیا۔

اس وقت یہ پیغام صداقت دنیا کے لیے نجات اور ہدایت کی ایک بشارت بن کر آیا،اس نے جہل و باطل پرستی کی غلامی سے دنیا کو دائمی نجات دلائی۔افضال ونعائم الٰہیہ کے فتح باب کا مژدہ سنایا،نئی عمارت گو خود نہیں بنائی مگر پرانی عمارتوں کو ہمیشہ کے لیے مضبوط کردیا،نئی تعلیم گو نہیں لایا،لیکن پرانی تعلیموں میں بقائے دوام کی روح پھونک دی،مختصر یہ ہے کہ فطرت اورنوامیس فطرت کی گم شدہ حکومت پھر قائم ہوگئی۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ.(سورۃ الروم:۳۰)

یہ خدا کی بنائی ہوئی سرشت ہے جس پر خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے۔خدا کی بنائی ہوئی بناوٹ میں ردوبدل نہیں ہوسکتا۔یہ (راہ فطرت) دین کا سیدھا راستہ ہے،مگراکثر آدمی ہیں جو نہیں سمجھتے۔

یہی مہینہ تھا،جس میں دنیا کے روحانی نظام پرایک عظیم الشان انقلاب طاری ہوا،اسی مہینے میں وہ عجیب وغریب

رات آئی تھی، جس نے اس انقلاب عظیم کا ہمیشہ کے لیے ایک اندازہ صحیح کر کے فیصلہ کر دیا تھا، اوراس لیے وہ لیلۃ القدر تھی۔ اس کی نسبت فرمایا کہ وہ گذشتہ رسولوں کے ہزار مہینوں سے افضل ہے، کیونکہ ان مہینوں کے اندر دنیا کو جو کچھ دیا گیا تھا۔ وہ سب کچھ مع خدا کی نئی نعمتوں اور عطا کردہ فضیلتوں کے اس رات کے اندر بخش دیا گیا

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ . وَمَآ اَدۡرٰکَ مَا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ . لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَھۡرٍ . (سورۃ القدر:۱،۲،۳)

قرآن کریم نازل کیا گیا لیلۃ القدر میں اور تم جانتے ہو کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ وہ ایک ایسی رات ہے جو دنیا کے ہزار مہینوں پر افضلیت رکھتی ہے۔

یہی رات تھی، جس میں ارض الٰہی کی روحانی اور جسمانی خلافت کا ورثہ ایک قوم سے لے کر دوسری قوم کو دیا گیا۔ اور یہ اس قانون الٰہی کے ماتحت ہوا جس کی خبر داؤد علیہ السلام کو دی گئی تھی

وَ لَقَدۡ کَتَبۡنَا فِی الزَّبُوۡرِ مِنۡۢ بَعۡدِ الذِّکۡرِ اَنَّ الۡاَرۡضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوۡنَ . (سورۃ الانبیاء:۱۰۵)

اور ہم نے زبور میں پند ونصیحت کے بعد لکھ دیا تھا کہ بے شک زمین کی خلافت کے ہمارے صالح بندے وارث ہوں گے۔

اس قانون کے مطابق دو ہزار برس تک بنی اسرائیل زمین وراثت پر قابض رہے، اور خدا نے ان کی حکومتوں، ان کے ملکوں، اور ان کے خاندان کو تمام عالم پر فضیلت دی

یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَ اَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ . (سورۃ البقرہ:۴۷)

اے بنی اسرائیل! ان نعمتوں کو یاد کرو، جو ہم نے تم پر انعام کیں، اور (نیز) ہم نے تم کو (اپنی خلافت دے کر) تمام عالم پر فضیلت بخشی۔

یہی مہینہ اور یہی لیلۃ القدر تھی، جس میں اس الٰہی قانون کے مطابق نیابت الٰہی کا ورثہ بنی اسرائیل سے لے کر بنی اسماعیل کو سپرد کیا گیا۔ وہ پیمان محبت جو خداوند نے بیابان میں اسحاقؑ سے باندھا تھا، وہ پیغام بشارت جو یعقوبؑ کے گھرانے کو کنعان سے ہجرت کرتے ہوئے سنایا گیا تھا، وہ الٰہی رشتہ جو کوہ سینا کے دامن میں خدائے ابراہیمؑ واسحاقؑ نے بزرگ موسیٰؑ کی امت سے جوڑا تھا۔ اور سرزمین فراعنہ کی غلامی سے ان کو نجات دلائی تھی۔ خدا کی طرف سے نہیں بلکہ خود ان کی طرف سے توڑ دیا گیا۔ داؤدؑ کے بنائے ہوئے ہیکل کا دور عظمت ختم ہو چکا تھا۔ اور وہ وقت آ گیا تھا کہ اب اسماعیلؑ کی چنی ہوئی دیواروں پر خدا کا تخت جلال وکبریائی بچھایا جائے۔ یہ نصب وعزل، عزت وذلت، قرب وبعد، اور ہجر ووصال کی رات تھی، جس میں ایک محروم اور دوسرا کامیاب ہوا، ایک کو دائمی ہجر کی سرگشتگی، اور دوسرے کو ہمیشہ کے لیے وصل کی کامرانی عطا کی گئی، ایک کا بھرا ہوا دامن خالی ہو گیا، مگر دوسرے کی آستین افلاس بھر دی گئی، ایک پر قہر وغضب کا عتاب نازل ہوا،

وَ ضُرِبَتۡ عَلَیۡھِمُ الذِّلَّۃُ وَ الۡمَسۡکَنَۃُ وَ بَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ . (سورۃ البقرہ:۶۱)

بنی اسرائیل کو (ان کی نافرمانیوں کی سزا میں) ذلت اور محتاجی میں مبتلا کر دیا گیا۔ اور اللہ کے بھیجے ہوئے غضب میں آ گئے۔

لیکن دوسرے کو اس محبت کے خطاب سے سرفراز کیا

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ. (سورۃ النور: ۵۵)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور عمل میں بھی اچھے کیے خدا کا ان سے وعدہ ہے کہ ان کو زمین کی خلافت بخشے گا جس طرح ان سے پیشتر قوموں کو اس نے بخشی تھی۔

یہ اس لیے ہوا کہ زمین کی وراثت کے لیے ''عِبَادِیَ الصَّالِحُوْن'' کی شرط لگا دی تھی۔ بنی اسرائیل نے خدا کی نعمتوں کی قدر نہ کی، اس کی نشانیوں کو جھٹلایا، اس کے احکام سے سرتابی کی، اس کی بخشی ہوئی اعلےٰ نعمتوں کو اپنے نفس ذلیل کی بتائی ہوئی چیزوں سے بدل دینا چاہا

اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ ھُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ. (البقرہ: ۶۱)

خدا کی دی ہوئی اعلیٰ نعمتوں کے بدلے تم ایسی چیزوں کے طالب ہو جو ان کے مقابلے میں نہایت ادنیٰ ہیں۔

خدائے قدوس کی زمین کثافت اور گندگی کے لیے نہیں ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جماعتوں کو چن لیتا ہے۔ تا کہ اس کی طہارت کے لیے ذمہ دار ہوں لیکن جب خود ان کا وجود زمین کی طہارت و نظافت کے لیے گندگی ہو جاتا ہے تو غیرت الٰہی اس بار آلودگی سے اپنی زمین کو ہلکا کر دیتی ہے۔ بنی اسرائیل نے اپنے عصیان و تمرد سے ارض الٰہی کی طہارت کو جب داغ لگا دیا، تو اس کی رحمت غیور نے کوہ سینا کے دامن کی جگہ بوقبیس کی وادی کو اپنا گھر بنایا اور شام کے مرغزاروں سے روٹھ کر حجاز کے ریگستان سے اپنا رشتہ قائم کیا، تا کہ آزمایا جائے کہ یہ نئی قوم اپنے اعمال سے کہاں تک اس کی منصب کی اہلیت ثابت کرتی ہے؟

ثُمَّ جَعَلْنٰکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِھِمْ لِنَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ. (سورۃ یونس: ۱۴)

اور بنی اسرائیل کے بعد ہم نے تم کو زمین کی وراثت دی تا کہ دیکھیں کہ تمہارے اعمال کیسے ہوتے ہیں؟

پس یہ مہینہ بنی اسرائیل کی عظمت کا اختتام، اور مسلمانوں کے اقبال کا آغاز تھا، اور اس نئے دور اقبال کا پہلا مہینہ شوال سے شروع ہوتا تھا، اس لیے اس کے یوم ورود کو عید الفطر کا جشن ملی قرار دیا گیا، تا کہ افضال الٰہی کے ظہور اور قرآن کریم کے نزول کی یاد ہمیشہ قائم رکھی جائے اور اس احسان و اعزاز کے شکریے میں تمام ملت مرحومہ اس کے سامنے سربسجود ہو۔

احادیث نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط:۳)

حافظ عبیداللہ

امام ابومحمد حسن بن علی البربہاریؒ (متوفی 329ہجری) لکھتے ہیں:

''اذا سمعتَ الرجل یطعن علی الآثار و لا یقبلها او یُنکر شیئاً من اخبار رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فاتّهمه علی الاسلام فانه رجل ردیء القول و المذهب ......'' جب تم کسی آدمی کو سنو کہ وہ آثار میں طعن کرتا ہے اور انہیں قبول نہیں کرتا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات کا انکار کرتا ہے تو اس کا اسلام متّہم ہے اور وہ خراب قول اور مذہب والا ہے۔ (شرح السنة للبربهاری، صفحه 79 ، مکتبة دار المنهاج ، الریاض)

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 791ھ) لکھتے ہیں :

''ان اللهَ سبحانه وتعالیٰ انزل علیٰ رسُولِه وَحیَین ، وأوجَبَ علیٰ عِبادِه الایمانُ بهما والعمل بما فیهما، وهُما الکِتابُ والحِکمةُ ...... (الیٰ ان قال) ......والکتاب هو القرآنُ ، والحِکمَّةُ هِي السُنَةُ باتفاقِ السلفِ ، ومَا أخبَر به الرسول عن الله، فهو في وجُوبِ تَصدِیقِه والایمان به کما أخبَرَ الربُّ تعالیٰ علیٰ لِسانِ رسولِه ، هذا أصل مُتفقٌ علیه بَین اهل الاسلامِ ، لایُنکِرُه الّا من لیسَ منهم '' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر دو قسم کی وحی نازل فرمائی ہے اور بندوں پر واجب کیا ہے کہ اُن دونوں وحیوں پر ایمان لایا جائے اور اُن پر عمل کیا جائے ، ایک ہے ''کتاب'' اور دوسری ''حکمت'' ...... (آگے تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں)...... کتاب سے مراد قرآن ہے اور حکمت سے مراد سُنّت ہے، اس پر تمام اسلاف کا اتفاق ہے، اور جس بات کی خبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی طرف سے دی ہے اُس پر اسی طرح ایمان لانا اور اُس کی تصدیق کرنا واجب ہے جیسے اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے ذریعے وہ خبر دی ہے، اس اصول پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے، اس کا انکار وہی کرے گا جو مسلمان نہیں۔ (کتاب الرُوح، صفحه 218، مُجمَّع الفقه الاسلامی، جده)

الغرض! ہر وہ حدیث جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مستقبل میں ہونے والے کسی واقعہ کی خبر دی اور وہ مستند اور صحیح طریقے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچی تو اُس پر آمنّا و صدّقنا کہنا ہر مسلمان پر واجب ہے، انہی احادیث میں وہ بھی ہیں جن کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی ہے جو کہ متواتر ہیں اور متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہیں۔

ایک شبہ یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث ''اخبارِ آحاد'' ہیں اور خبرِ واحد ظنی ہوتی ہے یقین کا فائدہ نہیں دیتی لہٰذا حجت نہیں بن سکتی۔ یہ اعتراض بظاہر بڑا وزنی معلوم ہوتا ہے، اگر چہ احادیث نزولِ عیسیٰ علیہ السلام بقول بہت سے ائمہ حدیث متواتر ہیں آحاد نہیں، لیکن اگر انہیں اخبارِ آحاد بھی فرض کر لیا جائے تو یہ خبرِ واحد کی وہ قسم ہے جسے امت کی طرف سے ''تلقی بالقبول'' حاصل ہے اور یہ بھی متواتر معنوی کے حکم میں ہے اور جیسا کہ بیان ہوا بہت سے ائمہ نے ان احادیث کا متواتر ہونا صاف طور پر لکھا بھی ہے نیز بہت سے ائمہ نے اسے امت کا اجماعی عقیدہ بھی لکھا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 728ھ) لکھتے ہیں:

''**وأیضاً فالخبر الذی تلقّاہ الأئمۃ بالقبول تصدیقاً لہ أو عملاً بموجبہ یفید العلم عند جماہیر الخلف والسلف، وہذا فی معنی المتواتر. لکن من الناس من یسمیہ: المشہور والمستفیض، ویقسمون الخبر الی: متواتر، ومشہور، وخبر واحدٍ**'' وہ خبر (حدیث) جسے ائمہ نے قبول کیا اس کی تصدیق کر کے یا اس کے مطابق عمل کر کے اگلے پچھلے ائمہ کی اکثریت کے ہاں علم (یقینی) کا فائدہ دیتی ہے اور یہ متواتر کے معنی میں ہوتی ہے، لیکن کچھ لوگ اس کا نام ''مشہور'' اور ''مستفیض'' رکھتے ہیں اور خبر کو ''متواتر''، ''مشہور'' اور ''خبر واحد'' میں تقسیم کرتے ہیں۔ (مجموع فتاوی ابن تیمیہ، ج18 ص48)

اور امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ پہلے گذرا کہ:

''**ثبت یقیناً ان الخبرَ الواحدِ العدل عن من مثلہ مبلغاً الی رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقٌّ مقطوعٌ بہ موجبٌ للعَملِ والعِلمِ معاً**'' یہ بات یقینی طور پر ثابت شدہ ہے کہ ایک عادل راوی کی روایت اپنے جیسے عادل سے جو اسی طرح (عادل راویوں کے واسطے سے) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے وہ قطعی طور پر حق ہے اور علم وعمل دونوں کو واجب کرتی ہے۔

(**الاِحکام فی اُصول الاَحکام**، جلد 1، صفحہ 124، دار الآفاق الجدیدۃ بیروت)

الغرض! اخبارِ آحاد اگر صحیح سند کے ساتھ ثابت ہوں اور اصولِ حدیث کی رو سے ہر قسم کی علت سے پاک ہوں تو ان پر عمل واجب ہے اور اگر ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خبر دی ہے تو اس پر یقین رکھنا ضروری ہے اور اگر کوئی خبر واحد ایسی ہو جسے امت کی طرف سے تلقی بالقبول حاصل ہو وہ سونے پر سہاگہ ہے اسے ''مشہور'' یا ''مستفیض'' کہا جاتا ہے جو متواتر معنوی کے معنی میں ہوتی ہے اور یقینی علم کا فائدہ دیتی ہے، نیز یہ بات ذہن میں رہے کہ ''اخبارِ آحاد'' کو ظنی صرف قرآن کریم کے مقابلے میں کہا جاتا ہے کہ جیسے قرآن کریم کے الفاظ جو ہم تک پہنچے ہیں وہ ''قطعی اور یقینی'' ہیں اس طرح احادیث کے الفاظ قطعی اور یقینی نہیں کیونکہ کبھی روایت بالمعنی بھی ہوتی ہے اور ممکن ہے الفاظ میں کمی بیشی ہو۔ لہٰذا ''ظنی'' ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ احادیث مشکوک ہیں اور ان پر عمل کرنا واجب نہیں۔

یہاں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ تمنا عمادی صاحب نے نزولِ مسیح کی روایات پر اپنی تنقید میں صرف اپنے ذہن کے بنائے ہوئے مفروضوں اور خود ساختہ اصولِ حدیث کو بنیاد بنا کر ساری عمارت کھڑی کی ہے لہٰذا ان مفروضوں کا جواب

دینے میں وقت ضائع کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی، تاہم چند دوستوں کے اصرار پر یہ سطور ان لوگوں کے لئے لکھی جا رہی ہیں جو تمنا عمادی صاحب یا دوسرے منکرین حدیث کی تحقیق کے نام پر تلبیس سے شکوک وشبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

ہم کتب حدیث سے چند ایسی منتخب احادیث مکمل سندوں کے ساتھ بیان کریں گے جن کے صحیح ہونے پر تمام ائمہ حدیث کا اتفاق ہے اور سوائے چودھویں صدی کے چند نام نہاد محققین یا منکرین حدیث کے کسی نے ان احادیث کی صحت پر اعتراض نہیں کیا، ساتھ ہی ان کی سند میں آنے والے تمام راویوں کا تعارف بھی کتاب اسماء الرجال سے کرواتے جائیں گے جس سے جناب تمنا عمادی صاحب اور دوسرے ناقدین کے شبہات کا خود بخود ازالہ بھی ہوتا جائے گا اور جہاں ضرورت ہوگی وہاں عمادی صاحب کے ہوائی مفروضوں کا ذکر کر کے ان پر تبصرہ بھی ہوگا۔

☆......☆......☆

احادیثِ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں علماء امت کی آراء

سب سے پہلے ان احادیث کی حیثیت کے بارے میں جن کے اندر نزول عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دی گئی ہے علم تفسیر وحدیث وعلم عقائد کے ماہر تسلیم کیے جانے والے قدیم وجدید ائمہ وعلماء کرام کی تحریرات پر ایک نظر ڈالتے ہیں:۔

امام ابو محمد عبدالحق بن عطیہ اندلسیؒ (متوفی 541ھ) اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

''و أجمعت الأمة على ما تضمنه الحديث المتواتر من أن عيسىٰ عليه السلام فى السماء حي وأنه ينزل فى آخر الزمان'' اور امت کا اس بات پر اجماع ہے جو احادیث متواترہ میں وراد ہوئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ ہیں اور آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔

(المحرر الوجيز فى تفسير كتاب العزيز، جلد 2 صفحہ 237، طبع وزارۃ الاوقاف قطر)

شارحِ صحیح مسلم امام یحییٰ بن شرف النوویؒ (متوفی 676ھ) نے قاضی عیاضؒ (متوفی 544ھ) کا قول نقل کیا ہے کہ:

''قال القاضى رحمه الله تعالىٰ نزول عيسىٰ عليه السلام وقتله الدجّال حق وصحيح عند اهل السنة للأحاديث الصحيحة فى ذلك وليس فى العقل ولا فى الشرع ما يُبطله فوجب اثباته وانكر ذلك بعض المعتزلة والجهمية ومن وافقهم ......'' قاضی (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا اور دجال کو قتل کرنا اہل سنت کے ہاں حق اور صحیح ہے کیونکہ اس بارے میں صحیح احادیث وارد ہیں، اور عقل یا شرع میں کوئی ایسی دلیل نہیں جو اس کو باطل کرے لہذا اس کا اثبات واجب ہو گیا، ہاں چند معتزلہ وجہمیہ اور ان کے کچھ ہم نواؤں نے اس کا انکار کیا ہے۔

(المنهاج فى شرح صحيح مسلم بن الحجاج، ج 18 ص 75، المطبعة المصرية بالازهر)

مشہور مفسر ومحدث حافظ ابن کثیر دمشقی (متوفی 774ھ) نے اپنی مایہ ناز تفسیر میں ان احادیث کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جن کے اندر نزولِ عیسیٰ کا بیان ہے، پھر آخر میں لکھتے ہیں:

''فھذہ احادیث متواترۃ عن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم من روایۃ ابی ھریرۃ، وابن مسعود، وعثمان بن ابی العاص، وابی امامۃ، والنواس بن سمعان، وعبداللہ بن عمرو بن العاص، ومُجمع بن جاریۃ، وابی سریحۃ حذیفۃ بن اسید ، رضی اللہ عنھم ......'' پس یہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ہیں جنہیں ان صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے: حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عثمان بن ابی العاص، حضرت ابوامامہ، حضرت نواس بن سمعان، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت مجمع بن جاریہ اور حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہم۔ (تفسیر القرآن العظیم، ج4 ص464 سورۃ النساء آیات 155 تا 159)

پھر اپنی اسی تفسیر میں ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''وقد تواترت الاحادیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، أنہ أخبر بنزولِ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام قبل یوم القیامۃ اماما عادلاً ، وحکماً مقسطاً '' ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے قبل عدل وانصاف کرنے والے امام اور حَکَم بن کر نازل ہوں گے۔ (تفسیر القرآن العظیم، ج7 ص236 سورۃ الزخرف آیات 57 تا 65)

مشہور مفسر علامہ شہاب الدین محمود آلوسی بغدادیؒ (متوفی 1270ھ) لکھتے ہیں:۔

''ولا یقدح فی ذلک ما اجمعت الأمۃ علیہ واشتھرت فیہ الأخبار ولعلھا بلغت مبلغ التواتر المعنوی ونطق بہ الکتاب علی قول ووجب الایمان بہ وأکفر منکرہ کالفلاسفۃ من نزول عیسیٰ علیہ السلام آخر الزمان لأنہ کان نبیاً قبل تحلی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم بالنبوۃ فی ھذہ النشأۃ .....'' (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے پر) اس بات سے اعتراض نہیں وارد ہوسکتا جس پر امت کا اجماع ہے اور جس کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں جو متواتر معنوی کے درجہ کو پہنچتی ہیں اور ایک قول کے مطابق اللہ کی کتاب نے بھی یہ بیان کیا ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کے منکر کو کافر کہا گیا ہے جیسا کہ فلاسفہ (وہ عقیدہ یہ ہے کہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آخری زمانہ میں نازل ہونا ہے (ان کے نازل ہونے سے اعتراض اس لئے نہیں ہوسکتا کہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے نبی ہیں۔

(روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، جلد22، صفحہ 34، بیروت)

شیخ محمد بن احمد السفارینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1188ھ) اپنی مشہور کتاب عقیدہ سفارینیہ میں لکھتے ہیں:۔

''ومنھا ای من علامات الساعۃ العظمیٰ العلامۃ الثالثۃ أن ینزل من السماء السید المسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ونزولہ ثابت بالکتاب والسنۃ واجماع الامۃ'' قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے تیسری نشانی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور آپ کا نزول کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

اور پھر اجماع امت کا بیان کرتے ہوئے لکھا:۔

''وأما الاجماع فقداجمعت الامۃ علی نزولہ ولم یخالف فیہ أحد من أھل الشریعۃ ، وانما

انکر ذلک الفلاسفة و الملاحدة ممن لا یُعتد بخلافه و قد انعقد اجماع الامة علی أنه ینزل '' جہاں تک اجماع کا تعلق ہے تو امت کا آپ کے نزول پر اجماع ہے اور اہل شریعت میں سے کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا سوائے فلسفیوں اور ملحدین کے جن کے اختلاف کی کوئی وقعت نہیں کیونکہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ آپ نازل ہوں گے۔

(لوامع الانوار البھیة المعروف بہ عقیدہ سفارینیہ، جلد 2، صفحہ 94، طبع دمشق)

علامہ محمد بن جعفر الکتانی (متوفی 1345ھ) تحریر فرماتے ہیں:

''**والحاصل أن الاحادیث الواردة فی المھدی المنتظر متواترة ، وکذا الواردة فی الدجال ، وفی نزولِ عیسیٰ سیدنا عیسیٰ علیه السلام**'' خلاصہ کلام یہ ہے کہ مہدی منتظر، دجال اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں واردشدہ احادیث متواتر ہیں۔ (نظم المتناثر من الحدیث المتواتر ص229 طبع مصر)

علامہ محمد شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1329ھ) یمن کے مشہور محدث علامہ محمد بن علی الشوکانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1255ھ) کی کتاب ''**التوضیح فی تواتر ما جاء فی الأحادیث فی المھدی و الدجال والمسیح**'' سے نقل کرتے ہیں:

''**والاحادیث الواردة فی الدجال متواترة ، والأحادیث الواردة فی نزولِ عیسیٰ علیه السلام متواترة**'' دجّال کے بارے میں واردہ شدہ احادیث متواترہ ہیں اور اسی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں بھی احادیث متواترہ ہیں۔ (عون المعبود علیٰ سُنن ابی داؤد، ج1868 کتاب الملاحم، دارالافکار الدولیۃ)

علامہ عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی طرح بڑی تفصیل سے ان احادیث کا ذکر بھی کیا ہے جن کے اندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی گئی ہے تحقیق کے شوقین حضرات عون المعبود کے اس مقام کا مطالعہ فرمالیں۔

مسند احمد رحمۃ اللہ علیہ کے محقق اور جامع ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے شارح علامہ احمد محمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1377ھ) نے ''تفسیر طبری'' کی احادیث کی تخریج بھی (سورۃ ابراہیم تک) فرمائی تھی، ان کی تخریج کے ساتھ تفسیر طبری 16 جلدوں میں طبع شدہ ہے، آپ لکھتے ہیں:

''**نزول عیسیٰ علیه السلام فی آخر الزمان مما لم یختلف فیه المسلمون ، لورود الأخبارِ المتواترة الصحاح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بذلک وقد ذکر ابن کثیر فی تفسیره طائفة طیبة منھا**.....'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آخری زمانہ میں نازل ہونا ایسی بات ہے جس میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح اور متواتر روایات اس بارے میں وارد ہوئی ہیں، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ان روایات کا ایک اچھا خاصا حصہ ذکر کردیا ہے۔

(تفسیر الطبری بتخریج احمد محمد شاکر، ج6 ص460 حاشیہ، طبع القاہرۃ)

دورِ حاضر کے معروف محقق علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1420ھ) نے محمد عبداللہ السمّان

پر تنقید کرتے ہوئے (جنہوں نے اپنی کتاب ''الاسلام المصفّیٰ'' میں اس بناء پر نزولِ عیسیٰ علیہ السلام وخروجِ دجّال کا انکار کیا ہے کہ اس بارے میں احادیث ''اخبارآحاد'' ہیں متواتر نہیں) لکھا ہے:

''دعواک أن الاحادیث المشار الیه غیر متواترة غیر مقبولة منک ، ولا ممن سبقکَ الیها، مثل الشیخ شلتوت وغیره، لأنها لم تصدر من ذوی الاختصاصِ فی علم الحدیثِ ، ولا سیماً وقد خالفت شهادة المختصین فیه کالحافظ ابن کثیر، وابن حجر، والشوکانی، وغیرهم حیث صرّحوا بأن حدیث النزول متواتر ، وذلک یتضمن تواتر حدیث خروج الدجّالِ من باب أولیٰ، لأن طرقه أکثر، کما لا یخفیٰ علی المشتغلین بهذا العلم الشریف. وقد کنتُ جمعتُ فی بعض المناسبات الطرق الصحیحة فقط لحدیث النزولِ ، فتجاوزت العشرین طریقاً عن تسعة عشر صحابیاً ، فهل التواتر غیر هذا؟''

آپ کا یا آپ سے پہلے شیخ شلتوت وغیرہ کا یہ دعویٰ کہ اس بارے میں احادیث متواتر نہیں ہیں قابل قبول نہیں ہے کیونکہ یہ دعویٰ ان لوگوں کی طرف سے کیا گیا ہے جن کا اختصاص علم حدیث نہیں، اور خاص طور پر یہ دعویٰ ان لوگوں کی گواہی کے بھی خلاف ہے جو علم حدیث کے ماہر شمار کیے جاتے ہیں جیسے حافظ ابن کثیر، ابن حجر اور شوکانی وغیرہم، ان سب نے تصریح کی ہے کہ نزول (عیسیٰ علیہ السلام) کی حدیث متواتر ہے، اسی سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ وہ احادیث جن کے اندر خروجِ دجّال کا ذکر ہے وہ بھی متواتر ہیں کیونکہ ان احادیث کے طُرق زیادہ ہیں جیسا کہ اس علم (یعنی علم حدیث) کے ماہرین سے مخفی نہیں، میں نے ایک بار اس حدیث کے صرف صحیح طُرُق جمع کیے تھے جس میں نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا بیان ہے تو وہ 19 مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم سے 20 سے زیادہ طُرُق جمع ہوئے تھے، تو کیا تواتر اس کے علاوہ کسی اور چیز کا نام ہے؟۔

(تمام المنة فی التعلیق علیٰ فقه السنة، ص79)

قارئینِ محترم! یہ ان لوگوں کی تحریرات سے چند اقتباسات تھے جن کی اکثریت نے علم حدیث واصول حدیث میں اپنی زندگیاں کھپا دیں، جنہیں اللہ نے عقلِ سلیم عطا فرمائی ہے وہ سوچیں کہ ان لوگوں کی بات معتبر ہے یا ان کی جن کو یہ تک نہیں علم کہ ''باب نزول عیسی بن مریم'' صحیح بخاری کی کس کتاب میں ہے؟ اور جنہوں نے اپنی ساری زندگی اس کوشش میں صرف کردی کہ کسی طرح مسلمانوں کے دلوں سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت ختم کی جائے اور لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرکے کتب حدیث کی حیثیت ''ردی'' سے بھی کم ثابت کی جائے۔

قارئین کرام! اس سے پہلے کہ ہم ان متواتر احادیث میں سے چند منتخب احادیث کا مطالعہ کریں جن کے اندر صراحت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''نزولِ عیسیٰ علیہ السلام'' کی خبر دی ہے، چند اہم باتیں ذہن میں رکھنا ضروری ہے، اگر یہ باتیں قاری کے کے پیش نظر رہیں تو ان شاء اللہ منکرینِ حدیث کی طرف سے احادیثِ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اٹھائے گئے بہت سے شکوک وشبہات کا ازالہ خود بخود ہو جائے گا۔

جاری ہے

نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ماہر القادری

رسولِ مجتبیٰ کہیے محمد مصطفیٰ کہیے
خدا کے بعد بس وہ ہیں پھر اس کے بعد کیا کہیے

شریعت کا ہے یہ اصرار ختم الانبیاء کہیے
محبت کا تقاضا ہے کہ محبوبِ خدا کہیے

جبین و رُخ محمدؐ کے تجلی ہی تجلی ہیں
کسے شمس الضحیٰ کہیے، کسے بدرالدجیٰ کہیے

جب ان کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش ہو جائے
جب ان کا نام آئے مرحبا! صلِ علیٰ کہیے

غبارِ راہِ طیبہ سرمۂ چشمِ بصیرت ہے
یہی وہ خاک ہے جس خاک کو خاکِ شفا کہیے

صداقت پر بِنا رکھی گئی ہے دینِ فطرت کی
اسی تعبیر کو انسانیت کا ارتقا کہیے

مرے سرکار کے نقشِ قدم شمعِ ہدایت ہیں
یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستا کہیے

محمدؐ کی نبوت دائرہ ہے جلوۂ حق کا
اسی کو ابتداء کہیے اسی کو انتہا کہیے

مدینہ یاد آتا ہے تو پھر آنسو نہیں رُکتے
مری آنکھوں کو ماہر چشمۂ آبِ بقا کہیے

جناب پروفیسر سید محمد وکیل شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے انتقال پر

پروفیسر خالد شبیر احمد

ہم سے بچھڑ کے کھو گئے وکیل شاہ جی
ملک عدم کے ہوگئے وکیل شاہ جی

داماد تھے وہ امیر شریعت کے طرحدار
چہرہ تھا ضوفشاں تو گفتار ضوفشار

شاداب تھے وہ مثلِ گل، سرسبز مثلِ برگ
در فراق و ہجر کھلا ہم پہ بعد مرگ

دنیائے پارسائی میں یکتا تھے بے مثال
ان کے شعور و شوق میں تھا بوذری کمال

حرفوں میں ان کے چاندنی سوز و گداز کی
ہر ایک بات خوب تھی اس پاکباز کی

ہر دل کو ان کی بھاگئی ہاں خوبیٔ کردار
دل میں اترتی دیکھی ان کی نرمیٔ گفتار

وہ ترجمانِ درد تھے، خود آگہی کی شان
غیرت میں تھے وہ منفرد عزت کی آن بان

ان کے خیال وفکر میں قوسِ قزح کے رنگ
اور زیست ان کی ساری ہی تھی فقر کی ترنگ

شبنم سا ان کا لہجہ تھا، حرف ان کے باوضو
ہیں جن کی پارسائی کے اب چرچے چار سُو

ذوقِ نمو میں ان کے کرن آفتاب کی
رختِ بدن سے آتی تھی خوشبو گلاب کی

رقصاں ہے گرچہ دل میں میرے ان کی ہرادا
کانوں میں رس نہ گھولے گی پر ان کی اب صدا

وہ انتہائے شوق میں جاں سے گذر گئے
ڈھونڈھے ہے ان کو جی مرا جانے کدھر گئے

خالدؔ کہوں میں کیا کہ وہ کامل نظر بھی تھے
دنیائے آگہی کے وہ شمس و قمر بھی تھے

خطاب: مولانا سید ابومعاویہ ابوذر حسنی بخاری رحمتہ اللہ علیہ قسط نمبر ۳

سیرت وسوانح امیر المؤمنین خلیفۂ راشد سیدنا معاویہ سلام اللہ ورضوانہ علیہ

جمعۃ المبارک، ۲۳/ رجب ۱۳۹۸ھ/ ۳۰/ جون ۱۹۷۸ء، وہاڑی

تورات اور انجیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں:

کیونکہ آپ کی نشانی تورات اور انجیل میں یہ آئی تھی کہ لَا یُمِلُّهُ السُّوَّالُ کہ کوئی کتنا مانگے، پیسہ مانگے، نقد مانگے، کپڑا مانگے، غلّہ مانگے، اناج مانگے، جانور مانگے، زمین مانگے اور آپ سے کوئی مسئلہ پوچھے، ایک پوچھے، سو پوچھے آپ تنگ نہیں ہوں گے۔ یہ نشانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی پچھلی کتابوں میں آئی تھی۔ چنانچہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہودیوں کے استاد تھے۔ بہت بڑے شیخ الحدیث اور مفسر تھے، تورات پڑھاتے تھے۔ یہودی علماء میں سے تھے۔ مدینہ منوّرہ سے باہر اُن کا مدرسہ تھا جس کا نام ''بیت المِدْ راس'' تھا۔ وہ آئے اور تورات اُن کے ہاتھ میں تھی اور اپنا ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج کر سوال کرایا اور خود دروازے کے پیچھے کھڑے ہوگئے۔ وہ سوال کرتا جاتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے تھے اور عبداللہ بن سلام دروازے کے پیچھے سے اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی تورات کو پڑھتے جاتے تھے۔ اس میں نشانیاں لکھی ہوئی تھیں کہ ان کا چہرہ ایسا ہوگا، اُن کی چھاتی پر بال زیادہ ہوں گے، ناف تک بالوں کی ایک لمبی لکیر ہوگی، ان کے سر کا دَور بڑا ہوگا، ان کے پاؤں کی ہتھیلیاں اُٹھی ہوئی ہوں گی۔ اُن کے ناک کا بانسا لمبا ہوگا، اُن کے ہاتھ کی ہتھیلیاں چوڑی اور نرم ہوں گی، ان کا رنگ نہ اتنا گورا ہوگا کہ آنکھیں چندھیا جائیں نہ ایسا گندمی ہوگا کہ لوگ اسے سانولا کہیں۔ چمکتا ہوا دودھیا رنگ ہوگا۔ ان کی زلفیں ہوں گی۔ ان کے شانے چوڑے ہوں گے۔ بائیں طرف مُہرِ نبوّت ہوگی۔ ابراہیم علیہ السلام سے حُلیہ ملتا ہوگا۔ آنکھوں میں سرخ ڈورے ہوں گے۔ سرمہ نہیں لگا ہوا ہوگا لیکن لوگ سمجھیں گے سرمہ لگایا ہوا ہے، قدرتی آنکھیں سرگیں ہوں گی۔ یہ سب نشانیاں لکھی ہوئی تھیں اور بھی بتایا تھا کہ وہ سخی ہوگا جو بھی مانگے گا وہ لوگوں کو دے گا اور جتنا اُس سے پوچھا جائے گا، دین کے بارے میں اس کو تنگ دلی کبھی نہیں ہوگی۔ تو حضرت عبداللہ بن سلام چھپے سنتے رہے، اس یہودی نے جو کچھ نہ کہنا تھا وہ بھی کہہ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے۔ آنکھیں جھکا لیں اور چپ چاپ بیٹھے رہے اور کتنی مدت گزر گئی آخر عبداللہ بن سلام سے صبر نہیں ہوا، دروازہ کھول کر پیچھے سے آکر کہنے لگے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ میں صرف اس انتظار میں تھا۔ میں نے سب نشانیاں پکّی پالیں۔ میں دیکھتا رہا ہوں آج تک۔ خاندان آپ کا وہی ہے جو تورات میں لکھا ہے، حلیہ آپ کا وہی ہے۔ دادا آپ کے وہی ہیں۔ مشابہت آپ کی پوری موجود ہے۔ ابراہیم کی نسل سے آپ ہیں۔ جو باتیں لکھی ہیں وہ سب پوری ہو رہی ہیں یہ بھی

لکھا ہوا ہے کہ جو ایک دفعہ اس کا کلمہ پڑھ لے گا وہ جلدی سے مرتد نہیں ہوگا (اِلَّا یہ کہ کوئی ازلی بد بخت یا منافق)، یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ لوگ جتنے بھی اُس کے ساتھ آئیں گے، اکثر غرباء میں سے ہوں اور یہ بھی لکھا ہے کہ اُس کی سلطنت عرب کی حدود تک پھیل جائے گی۔ شام کی حدوں تک چلی جائے گی۔ سب نشانیاں پوری ہوگئی تھیں۔ آخری بات میں یہ دیکھنا چاہتا تھا آپ کے اخلاق میں سے کہ اگر ہم اس کو زیادہ تنگ کریں گے تو وہ گالی تو نہیں دے گا۔ بس یہ مجھے دیکھنا تھا۔ اگر آپ کوئی سخت لفظ آج کہہ دیتے۔ اتنا ہی فرما دیتے جاؤ دفع ہو جاؤ مجھے صبح سے تنگ کیا ہوا ہے، جان میری کھالی۔ تو میں سمجھتا کہ آپ نبی نہیں۔ جب آپ اس پر بھی چپ ہوگئے کہ میرا بھیجا ہوا آدمی گھنٹوں سے آپ کو تنگ کر رہا ہے اور آپ نے ایک لفظ بھی اُس کو نہیں فرمایا کہ تم خدا کے لیے مجھ پر رحم کرو۔ تو میں نے یقین کر لیا کہ اب حق کو چھپانا دوزخ میں جانے کے برابر ہے۔ اب مجھ سے برداشت نہیں ہوا۔ یہ میرے پاس تورات ہے اور یہ حلیہ اور آپ کی نشانیاں لکھی ہیں۔ آج کے بعد میں گواہی دیتا ہوں کہ موسیٰ اپنے وقت میں سچے تھے۔ عیسیٰ اپنے وقت میں سچے نبی تھے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سے پہلے بھی سب نبی سچے تھے اور آپ کا قرآن سچا ہے اور آپ سچے ہیں۔ عبداللہ بن سلام یہودی بزرگ یوں مسلمان صحابی ہوئے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیوں میں سے یہ نشانی تھی کہ آپ سوال سے تنگ دل نہیں ہوتے اور یہ معمولی بات نہیں۔ آپ دکانداروں سے پوچھیں۔ دکاندار کہتے ہیں جی کہ جو گاہک سے لڑ پڑا، وہ دکانداری کے قابل نہیں۔ اگر دکان داری بغیر صبر کے نہیں ہوسکتی۔ نبوّت تو سب سے اعلیٰ منصب ہے، کافر بھی آئے گا، بدترین مرتد بھی آئے گا۔ علانیہ زانی بھی آئے گا، شرابی، ڈکیت، چور، قاتل، خائن، غاصب اور رشوت خور بھی آئے گا، دنیا کا ظالم سے ظالم بھی آئے گا سب کے ساتھ یوں بولنا پڑے گا جیسے اپنا عزیز ہو۔ اُن کو متاثر کیسے کیا جائے گا؟ اگر دنیا کا کاروبار بغیر اخلاق اور شرافت کے چل نہیں سکتا تو ساری کائنات میں اللہ تعالیٰ کا کاروبار کیسے چلے گا بغیر اخلاق کے۔ اس کے لیے پتھر کا کلیجہ اور پہاڑ کا جگر چاہیے تھا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمایا تھا۔

فرماتے ہیں وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا ، اگر خود صبر کر جاتے لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ ، آپ خود باہر تشریف لاتے۔ پھر یہ قانون اور آداب کے مطابق آپ سے ملاقات کرتے تو یہ اُن کے لیے بہتر ہوتا اور آپ کے لیے بھی آسانی ہوتی لیکن یہ تو مجھے معلوم ہے کہ آپ تو شرم کے مارے بولیں گے نہیں۔ صحابہ کی روایت ہے کہ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَيِيًّا سِتِّيرًا ، کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اتنے حیادار تھے جس کا اندازہ کوئی نہیں۔ بے حد پردہ پوش تھے۔ دوسری روایت میں آتا ہے: كَانَ أَحْيٰى مِنَ الْعَذْرَاءِ فِىْ خِدْرِهَا ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا اتنی تھی کہ یکدم آنکھیں اُٹھا کر کسی کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات نہیں کرتے تھے۔ بات کوئی کرتا تھا۔ آپ کی آنکھیں شرم سے جھک جاتی تھیں۔ میں نے زندگی میں بہت کم آدمی ایسے دیکھے ہیں بعض علماء کو دیکھا کہ جب اُن کے چہرہ پر نظر کی، اُن کی آنکھیں نیچی ہوگئیں۔ یہ سنّتِ رسول میں نے کہیں کہیں دیکھی۔ دو تین بزرگوں میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ فطری تھی۔ یہ جان بوجھ کر نہیں۔ فطرتی تھی کہ جہاں کوئی

صحابی بات کرتے تھے وہ آپ کی آنکھوں میں آنکھ ڈالنے لگتے تھے، آپ کی آنکھیں خود بخود نیچی ہو جاتی تھیں۔ شرمیلے اتنے تھے تو صحابہ نے روایت کی ہے کَانَ أَحْیٰی مِنَ الْعَذْرَاءِ فِیْ خِدْرِھَا، کہ کنواری بچی جس کو خاوند اور منگنی کے لفظ کا بھی پتا نہ ہو، جیسے وہ اپنے ماں باپ کے پاس، اپنے گھر میں شرمیلی ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس کنواری بیٹی سے جو گھر میں اپنے کمرے کے اندر بیٹھی ہو۔ پردوں کے اندر، چادروں میں لپٹی ہوئی، اپنے غیر محرم نہیں، محرم رشتہ داروں سے بھی شرم کرتی ہو۔ بعض ہوتی ہیں جو سامنے نہیں آتیں۔ وہ کہتی ہیں ٹھیک ہے کہ میرا اس سے کوئی پردہ نہیں لیکن میری طبیعت نہیں چاہتی کہ میں لڑکے کے سامنے جاؤں۔ ایسی شرمیلی بھی خاندانی لڑکیاں ہوتی ہیں۔ آج کل کی بات میں نہیں کرتا۔ اب تو جن کا کوئی رشتہ نہ ہو تو زیادہ دوستی اُس سے ہو جاتی ہے اور جن سے رشتہ ہو، اُن سے برقع پہن کر پردہ ہوتا ہے۔ بازار میں بھی، گھر میں بھی منہ لپیٹ کے کسی نے کہا کہ تمھارا چچا آیا ہے، کہنے لگی کہ بھاڑ میں جائے۔ مجھے میری چادر دینا ذرا لپیٹ کر میں روٹیاں پکا لوں، چچا سے تو پردہ لیکن خاوند کے دوست کے ساتھ دوستی ہے۔ یہ خدا کا عذاب آیا ہوا ہے بھائی! تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تو صفت یہ بیان کی گئی کہ آپ شرم کی وجہ سے کہنا کچھ نہیں چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے صبر نہ ہو سکا، انھوں نے کہا کہ تم آج نرم پڑو گے تو یہ تو گھر کا دروازہ توڑ دیں گے۔ یہ تو آئیں گے ہر وقت، ان کو تو آنا ہی آنا ہے۔ ضابطہ بن گیا کہ آئندہ سے کوئی شخص ان اوقات میں آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ نہیں کھٹکھٹائے گا۔ کوئی شخص آپ کی محفل میں آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ جن صحابہ کو جس جس جگہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم روز بٹھاتے ہیں، وہیں پر وہ لوگ بیٹھیں گے۔ دوسرا کوئی آگے نہیں بڑھے گا۔ کسی کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں کہ تم آگے آجاؤ تو وہ آگے آئے گا۔ کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونچی آواز سے نہیں بولے گا۔ کوئی شخص اب یا محمد کہہ کر نہیں پکارے گا۔ یا رسو ل اللہ، یا نبی اللہ کہہ کر پکارے گا۔ چنانچہ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد صحابہ کرام کی تو کیا مجال ہے، کسی شخص کو پھر جرأت نہیں ہوئی کہ یا محمد کہہ کر بلائے، سوائے کافروں کے۔ کافروں نے تو بلایا کیونکہ انھیں تو ابھی ادب نہیں تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت پھر یہی تھی کہ جب بلاتے تھے ''یا رسول اللہ'' ''یا نبی اللہ'' اے اللہ کے رسول، اے اللہ کے نبی۔ اس کے سوا کوئی نہیں بلاتا تھا اور تفسیروں میں آپ پڑھ لیجیے۔ تمام کتابوں میں لکھا ہوا ہے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ جن کا قد وقامت، جن کا وجود بہت نمایاں تھا، جن کی آواز پورے محلّہ سے باہر نکل کر پونے میل تک چلی جاتی تھی، وہ فاروقِ اعظم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں اس طرح چپ بیٹھے ہوئے ہوتے تھے جیسے معصوم بچہ اور حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ کوئی بات ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ فرمایا۔ حضرت عمر نے جواب دیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو قدم کے فاصلہ پر حضرت عمر ابن خطاب کی بات سمجھ نہیں سکے۔ فرمایا: مَا سَمِعْتُ، میں نے سنا نہیں۔ ذرا اونچی کہو۔ کون عمر؟ جن کی آواز ایک میل تک جایا کرتی تھی۔ پھر بولے۔ حضرت صدیق اکبر تو بولتے ہی نہیں تھے وہ تو کَأَنَّہُ عَمُوْدٌ مِنَ

الْخَشَبِ ،جیسے لکڑی کا ستون ہوتا ہے۔ یوں ہو گئے۔ فارقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی حالت یہ تھی کہ بولتے تھے تو اتنا کہ خود یہ مشکل سنتے تھے۔ وہ عمر ابن خطاب جن کی آواز کے دھڑکے سے لشکر ہل جاتے تھے۔ تو فرمایا: ”بھائی میں نے نہیں سنا۔“ تو تیسرے صحابی نے عرض کیا: ”یارسول اللہ“ عمر یوں فرماتے ہیں، تو فرمایا ہاں، میں نے سنا۔ تو اب دیکھئے ایک بات اس میں سے نکلی۔ آپ ذرا غور کریں، اگر یہ آہستہ بولنا عمر ابن خطاب کا تکلف ہوتا، تصنع ہوتا، یا خلافِ ادب ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم روک دیتے۔ فرماتے اونچی کیوں نہیں بولتے؟ پہلے بولتے تھے اب کیا ہے؟ تو پھر وہ آگے سے جواب دیتے کہ یارسول اللہ! آپ ہی نے تو آیت سنائی تھی۔ یہ مناظرہ کی ضرورت پڑتی، معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عمر کا اب اتنا آہستہ بولنا ہی ضروری تھا کہ تمھاری آواز اب پاس بیٹھے ہوئے بھی مجھے نہ سنائی دے، یہ تو منظور ہے لیکن اتنی اونچی آواز کہ لوگ جس کو سن کر یہ سمجھیں کہ حضور علیہ السلام کے ساتھیوں کے یہاں اُن کا ادب ہی نہیں، یوں بولتے ہیں جیسے بچے کو بڑا ڈانٹتا ہے یہ برداشت نہیں۔ یہ برداشت ہے کہ جس عمر کی آواز محلّہ سنتا تھا، آدھا مدینہ سنتا تھا، اُس کی آواز دو فٹ سے نہ سنی جائے، یہ منظور ہے لیکن اُسی عمر کی آواز نبی کی محفل میں اتنی اونچی برداشت نہیں، نہ خدا کو نہ خدا کے رسول کو کہ جن کے بولنے کی وجہ سے یہ سمجھا جائے کہ یہ ادب کے خلاف ہے۔ یہ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد حالات پیدا ہوئے۔ اسی سورت کے اندر دیکھئے ضمن میں یہ بھی آپ کو معلومات ہو گئیں۔

اُن صحابہ کو جن کی ابھی نئی نئی ایمان کی حالت تھی، کمزوری تھی اُن میں ادب سے واقف نہیں تھے۔ انھی کی بات کرتے کرتے آگے فرماتے ہیں کہ ایسا نہ سمجھو کہ یہ نئے ہیں یا کمزور ہیں تو یہ مسلمان ہی نہیں، صرف ابوبکر ہی مسلمان ہیں، صرف عمر، عثمان، علی ہی مسلمان ہیں، نہیں نہیں! ہیں یہ بھی مسلمان۔ اور ابوبکر و عمر تو بہت بڑے درجے کے مسلمان ہیں لیکن کہیں اُمّت والے آگے یہ نہیں سمجھیں کہ دیکھو جی لاعلمی کی وجہ سے حضور علیہ السلام کا پورا ادب نہ کر سکے تو کلمہ ہی ختم ہو گیا، ایمان ہی ختم ہو گیا، نہیں بالکل نہیں۔ ایسا نہیں ہے، ہاں۔

” اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی “(الحُجرات:۳)

”یہ ایسے لوگ ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کو تقویٰ کے لیے پرکھ چکا ہے۔“

اللہ فرماتے ہیں ایسی بات نہیں ہے۔ ہیں یہ نئے نئے، کل پختہ ہو جائیں گے۔ یہ ابوبکر و عمر و عثمان و علی کے درجہ کے لوگ تو نہیں لیکن اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے یا آئندہ آنے والا یہ خیال کر بیٹھے کہ یہ مسلمان ہی نہیں تھے تو اُسے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ دھوکے میں ہے، اللہ تعالیٰ ابوبکر و عمر کو جیسے امتحان میں آزما چکا ہے ان نئے لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ اندر سے جانتا ہے کہ یہ پکے مسلمان ہیں۔ اُولٰئِکَ یہ وہ لوگ ہیں الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی ،کہ جن کے دلوں کو نیکی اور تقویٰ کے لیے اللہ تعالیٰ آزما چکا ہے۔

'' لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ '' (الحجرات،آیت:۳)

''ان کے لیے کھلی بخشش ہے اور بڑا بدلہ ہے۔''

سورت انفال کے اندر اور طرح آیا، یہاں اور طرح آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو پیشگی بخشش کا پروانہ دے دیا ہے، ابھی وہ دنیا میں موجود ہیں کہ حضور علیہ السلام پر آیت نازل ہورہی ہے۔ ابھی انھوں نے وفات نہیں پائی، قبروں میں نہیں گئے، اُن کے حساب کتاب کی نوبت نہیں آئی اور نہ آئے گی۔ یاد رکھنا صحابہ کا حساب کتاب نہیں ہوگا۔ بس یہی حساب کتاب ہوگا کہ آ گئے ہو؟ جی حاضر ہیں! جاؤ تمھیں معاف کیا ہوا ہے۔ جاؤ تم پیشگی پاس ہو، جاؤ تمھارے '' قائدِ اعظم'' تمھارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ تم اُن کے پیچھے پیچھے جاؤ۔ تم سے پہلے دنیا کا کوئی فرد جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ صحابہ کا کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا۔ دیکھ لیجیے کبھی کسی اور مسلمان کو کہا گیا ہے؟ ساری اُمّت پڑی ہوئی ہے، بڑے بڑے اولیاء اللہ، قطب، غوث جن کی نیکی کی قسمیں کھائی جاسکتی ہیں۔ ایک آدمی کے متعلق بھی یہ نہیں فرمایا گیا کہ وہ بے حساب جنت میں چلا جائے گا۔ ہاں ترمذی اور بخاری میں ایک روایت آتی ہے کہ صحابہ کرام کے علاوہ ستر ہزار آدمی ایسے آئیں گے کہ اللہ تعالیٰ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں سے بے حساب بخش دیں گے۔ ان میں کون کون ہوگا؟ یہ اللہ جانے، اُس کا رسول جانے۔ ہمیں کچھ معلوم نہیں۔

صحابہ کی محفل ایک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے، تو صحابہ تو اس میں ہیں ہی لیکن وہ ایک بات تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے ایسے آدمی ہوں گے جو بے حساب جنت میں جائیں گے تو یکدم حضرت عُکاشہ بن مِحصَن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ بنو اسد میں سے تھے۔ بڑے عجیب بزرگ ہیں۔ فلسطین کے علاقہ میں زیادہ رہے۔ غالباً وفات بھی اُدھر ہی ہوئی۔ عُکاشہ بھی نام ہے، عُکّاشہ بھی، دونوں ٹھیک ہیں۔ عکّاشہ بن مِحصَن اسدی (مِحصن ''ص'' کے ساتھ) کھڑے ہوئے اور کہا: '' يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ لِيْ اَنْ اَكُوْنَ مِنْهُمْ '' یارسول اللہ! آپ نے فرمایا ہے کہ ستر ہزار آدمی بے حساب جنت میں جائیں گے، میرے لیے دعا فرمایئے مجھے خدا اُن میں سے کردے۔ آپ نے وحی کا اشارہ پا کر فرمایا: '' اَنْتَ مِنْهُمْ'' تم اُنھی میں سے ہو۔ اتنے میں دوسرے صحابی کو کچھ خیال آیا کہا: '' یا رسول اللّٰهِ وَ لِيَ؟'' کہ حضور میرے لیے بھی، تو فرمایا: ''سَبَقَكَ عُكَاشَةُ ، کہ نہیں تم بیٹھ جاؤ عکاشہ کی بازی جیتی گئی۔ وہ جیت گیا۔ وہ بات کیا تھی؟ بتانا یہ تھا کہ کھڑکی کھلی ہوئی تھی رحمت کی، بارش ہونی تھی، قطرہ اُنھی پر پڑنا تھا۔ کیا مطلب؟ کہ اور مسلمان جنت میں نہیں جائیں گے؟ مطلب یہ کہ عکاشہ بن محصن کی بازی زیادہ جیتی گئی کہ اُس کا نام آ گیا اوروں کا نام نہیں بتایا کہ صحابہ تو مجموعی طور پر ویسے ہی بخشے بخشائے ہیں لیکن عکاشہ کو خیال ہوا پتا نہیں میرا کیا مقام ہوگا؟ اُس دن بتادیا کہ تم تو پہلے ہی بخشے ہوئے ہو، تمھیں تو بخشوانے کی ضرورت ہی نہیں اور دوسرے نے کہا تو فرمایا: ''نہیں'' اب وہ بازی جیت گیا۔ اب اُس کی

ریس نہ کرو۔ بس اُس نے کہہ دیا تو بے حساب ہی جنت میں جائے گا۔ حالانکہ سارے صحابہ جنت میں جائیں گے اور بے حساب ہی جائیں گے۔ جو اُن کا حساب ہے وہ یہی کچھ ہوگا کہ تم نے نمازیں پڑھیں، تم نے روزے رکھے، تم نے جہاد کیا، تم نے میری وجہ سے اپنی ہڈیاں تڑوائیں، ہجرت کی، گھر بار چھوڑا، بیوی بچوں کی ذلت برداشت کی، قحط برداشت کیا، بھوک افلاس برداشت کیا۔ تم پیدا کہیں ہوئے لاشیں تمھاری کہاں دفن تھیں، میں جانتا ہوں کہ تم نے میری خاطر کیا۔ میرے رسول کی خاطر کیا، جاؤ تم کو معاف کیا۔ ہوگا یہی کچھ۔ تو بعض کو اتنا بھی نہیں کہا جائے گا۔ اُن کو بے حساب کہہ دیا۔ ویسے صحابی مجموعی طور سے اُمّت کے مقابلہ میں بے حساب جنت میں جائیں گے۔ وَ کُلاًّ وَّعَدَ اللّٰہُ الحُسنیٰ

تو اس آیت کے اندر جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں، جو آیت میں نے شروع میں تلاوت کی اس کے ساتھ تعلق جوڑ دوں گا۔ وہ یہ ہے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں کو میں نے جانچ لیا ہے کہ ان کے اندر اسلام ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے صحابہ دیکھئے، اس میں بنو تمیم کے وہ دیہاتی بھی آ گئے۔ اس میں جو مسجد میں موجود تھے وہ بھی آ گئے۔ جو مدینہ میں رہتے تھے وہ بھی آ گئے، جو باہر تھے سب آ گئے۔ کہ جتنے بھی نبی پر ایمان لانے والے ہیں۔ منافقوں کو چھوڑ کر، مکہ کے مشرکوں کو چھوڑ کر، بہروپیوں کو چھوڑ کر، یہ سب وہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں کو اللہ نے جانچا ہوا ہے پہلے سے، کیونکہ اللہ کو تو تقدیر کا پتا ہے۔ آپ باغ لگاتے ہیں، آپ کو معلوم ہے کہ یہ پودا جو ہے لنگڑے آم کا ہے، اس میں دسہری نہیں نکل سکتا، آپ نے دسہری کا جو بوٹا لگایا ہے تو اس میں سے زمّر دنہیں نکل سکتا۔ آپ کو معلوم ہے نا یہ ہو کیسے سکتا ہے، جو بوٹا لگایا جائے گا اندر سے ویسے ہی نکلے گی گٹھلی اس کی، اور رنگ بھی ویسا ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کا باغ لگایا، وہ عالم الغیب ہے۔ ہم عالم الغیب نہیں۔ ہمیں صرف تجربہ ہے، ہم نے تھوڑا سا پڑھا ہے، تو ہم کہہ دیتے ہیں اپنے خیال کی وجہ سے کہ آج جو ہم کہتے ہیں وہی کچھ ہوگا۔ اللہ تو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اُن کا فیصلہ یہی ہے کہ جس کو انھوں نے مؤمن پیدا کیا وہ دس ہزار سال کے بعد بھی پیدا ہوگا تو مؤمن ہی ہوگا۔ تو صحابہ کرام کے متعلق اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا قیامت سے پہلے، ازل سے ابد تک کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے معلوم ہے کہ فلاں فلاں آدمی جو پیدا ہوگا فلاں گھر میں، کافروں کے گھر میں، وہ مسلمان پیدا ہوگا۔ اب قیامت آ جائے، جب بھی وہ پیدا ہوگا مسلمان ہی ہوگا۔ ابوجہل کے متعلق اللہ کا یہ علم تھا کہ یہ کافر ہی رہے گا۔ وہ کافر رہا اور ابوجہل کا بیٹا عِکرِمَہ مسلمان ہوگیا۔ عبداللہ بن اُبی منافق رہا۔ عبداللہ بن اُبی کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ ہے، وہ صحابی ہوگیا۔ اب یہ کسی کے اختیار میں ہے؟ سارا خیبر یہودی رہا۔ بنو قَینُقاع، بنو نضیر، یہ سب یہودی رہے لیکن ''عبداللہ بن سلام'' یہ مسلمان ہو گئے۔ ان کے بیٹے ''یوسف بن عبداللہ بن سلام'' مسلمان ہو گئے اور دس پندرہ یہودی عالم جو تھے وہ مسلمان ہو گئے، ایک بی بی تھیں وہ مسلمان ہو کر باندی بن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں۔ ''ریحانہ بنت شمعون'' ایک مہینہ یا تین مہینے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں بھی رہیں۔ وہ مسلمان ہو گئیں اور ام المؤمنین بن گئیں۔ اور پھر جلد ہی اُن کی وفات ہو گئی۔

جاری ہے

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

مبصر: حافظ اخلاق احمد

● نام کتاب: قادیانیوں کا کفر کے اندھیروں سے اسلام کی روشنیوں تک　　　مرتب: مولانا مفتی عظمت اللہ سعدیؒ
ناشر: ادارہ تحقیقات اسلامیہ جامعہ عظمۃ المدارس العربیہ جدید منجل بنوں خیبر پختونخواہ (پاکستان)

مسلمان ہونا اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کے مقابلے میں دنیا جہاں کی تمام نعمتیں ہیچ اور بے حیثیت ہیں، اسلام کتنی بڑی عظیم نعمت ہے اس کا احساس، یہودیت، عیسائیت، ہندومت اور قادیانیت سے توبہ تائب ہوکر اسلام لانے والوں کے حالات پڑھ کر ہوتا ہے۔ لیکن اسلام مکمل صورت اختیار کرنا جتنا مشکل ہے اس سے کہیں دشوار اپنے آبائی مذہب کو ترک کر کے اسلام کی آغوش میں آنا ہے۔ یہ کام انھیں لوگوں کا ہے جن کے حوصلے بلند اور ہمتیں غیر متزلزل ہوتی ہیں، اہل عزیمت کا یہ قافلہ قابل صد مبارک باد اور قابل تحسین ہے۔ زیر تبصرہ کتاب ایسے ہی سابق قادیانی اور سابق ہندوؤں کی آپ بیتیوں اور ایمان افروز واقعات پر مشتمل ہے۔

● نام کتاب: اَلْکَلامُ الْفَصِیْحُ فِی اِثْبَاتِ حَیَاۃِ الْمَسِیْح　　　مصنف: محمد سیف الرحمٰن قاسم　　　ناشر: درج نہیں

سیدنا علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھانے اور پھر قرب قیامت ان کے نزول کا عقیدہ قرآن مجید اور صحیح احادیث سے ثابت ہے، امت مسلمہ حیات مسیح علیہ السلام پر ہر دور میں متفق رہی ہے لیکن مرزا قادیانی نے خود کو مسیح کہلوانے کے لیے قرآن مجید سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا عقیدہ اور ان کی قبر کے متعلق من پسند قصے گھڑتے ہوئے خود ساختہ عقلی دلائل کا سہارا لے کر مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام پر امت میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی۔ پیش نظر کتاب عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام پر ایک خوبصورت کاوش ہے جس میں مصنف نے مرزائیوں کے مشہور اعتراضات کے مدلل جوابات دیے ہیں اور آخر میں مرزائیوں سے چند سوالات بھی کیے ہیں جن کا مرزائیوں کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔

● نام کتاب: قرض کے فضائل، مسائل اور احکام　　　مؤلف: حضرت مولانا منور حسین سورتی
ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

بسا اوقات انسان اپنے وسائل سے اپنی ضروریات یا اپنے کاروباری منصوبے پورے نہیں کرسکتا ایسے حالات میں انسان کو قرض کی ضرورت پڑتی ہے، جس میں ایک مسلمان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے پریشان حال بھائی کی حسبِ حیثیت مدد کرے۔ زیر نظر کتاب ’’قرض کے فضائل، مسائل اور احکام‘‘ اسی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے مرتب کی گئی ہے جس میں قرض دینے کے فضائل، قرض لیتے وقت حسن نیت اور قرض کی ادائیگی نہ کرنے پر وعیدیں وغیرہ۔ باتوں کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں معاشرت اور معاملات کی بھی بہت سی صورتیں ہیں جن پر عمل کر کے انسان فلاح و کامیاب ہوسکتا ہے۔

● نام کتاب: احقاق الحقائق (عقیدہ حیات الانبیاء اور اس کے دلائل)　　　مؤلف: مولانا محمد عبدالحمید تونسوی
ضخامت: ۴۰۸ صفحات　　　ناشر: مرکز رُحماء بینھم جامع مسجد صدیقیہ تنظیم اہل سنت ابدالی روڈ چوک نواں شہر، ملتان

جس طرح شہداء کی حیات پر صحیح احادیث دلالت کرتی ہیں اسی طرح انبیاء کی حیات پر بھی صحیح احادیث دلالت کرتی ہیں،

لیکن یہ برزخی حیات ہے جس کی کیفیت و ماہیت کو ماسوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی برزخی زندگی کو دنیاوی زندگی پر قیاس کر سکتے ہیں۔ عقائد اسلامیہ میں ایک مسلمہ عقیدہ ''عقیدہ حیات النبی'' ہے۔ زیر تبصرہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں مؤلف نے اسلاف کی کتب سے دلائل کا ذخیرہ جمع کر کے اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے اور مسئلہ حیات النبی کو ادلہ شرعیہ کی روشنی میں واضح کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔

● نام کتاب: صحت و مرض اسلام کی نظر میں — مرتب: محمد اسرار ابن مدنی
ناشر: نیشنل ای او سی ڈی۔ بلاک، ای پی آئی بلڈنگ، چک شہزاد پارک روڈ این آئی ایچ اسلام آباد

شریعت اسلامیہ میں شعبہ ہائے حیات سے تعلق رکھنے والے ہر قسم کے افراد کے لیے مکمل راہنمائی موجود ہے اور ہر شخص اپنی ہمت اور استطاعت کے مطابق اس چشمہ صافی سے اپنی سیرابی کا سامان جمع کر سکتا ہے، یہ دنیا تکالیف اور مصائب کی آماجگاہ ہے۔ جس میں ہر انسان کسی نہ کسی تکلیف اور پریشانی کا سامنا کرتا ہے، انسان کو بیماری کا لاحق ہونا من جانب اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کا علاج بھی نازل فرمایا ہے جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کی دوا نازل کی ہے'' اس لیے ضروری ہے کہ انسان صحت مند رہے اور صحت مندی کی طرف لے جانے والے ذرائع اور علم طب سے واقف ہو زیر تبصرہ کتاب ''صحت و مرض اسلام کی نظر میں'' اسی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے ایک مختصر اور اہم کاوش ہے۔ کتاب میں مرض کا تعارف، علامات، اسباب اور طریقہ علاج بھی بتایا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں فاضل مرتب نے ''پولیو ویکسین'' کی تائید میں ایک مستقل باب بھی باندھا ہے جس میں مفتیان کرام کے فتاویٰ جات کے عکس بھی موجود ہیں۔

● نام کتاب: نگارشات سیرت — مرتبین: ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری، حافظ محمد عارف گھانچی
قیمت: ۴۵۰ روپے — ناشر: کھتری مسجد، لی مارکیٹ، صدر ٹاؤن، کراچی

سیرت نبوی کا موضوع ہر دور میں مسلم مفکرین کی فکر و توجہ کا مرکز رہا ہے اور ہر ایک نے اپنی اپنی وسعت اور توفیق کے مطابق اس پر خامہ فرسائی کی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرنا ہمارے ایمان کا حصہ بھی ہے اور حکم ربانی بھی ہے۔ قرآن مجید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کو ہمارے لیے ایک کامل نمونہ قرار دیتا ہے، اخلاق و اداب کا کونسا ایسا معیار ہے جو آپ کی حیات طیبہ میں نہ ملتا ہو۔ آپ کی سیرت طیبہ کے جملہ گوشوں پر مسلسل لکھا گیا ہے اور مستقبل میں لکھا جاتا رہے گا۔ اس کے باوجود یہ موضوع اتنا وسیع اور طویل ہے کہ اس پر مزید لکھنے کا تقاضا اور داعیہ موجود رہے گا۔ زیر تبصرہ کتاب ''نگارشات سیرت'' معروف سیرت نگار مولانا ڈاکٹر سید عزیز الرحمان کے مؤقر مجلّے ''السیرۃ، تعمیر افکار، جہاں سیرت'' میں شائع ہونے والے اداریوں، مختلف کتب سیرت پر آپ کے تبصروں، آپ کی تقاریظ اور پیش گفتار پر مشتمل ہے۔

● نام کتاب: خصوصی اشاعت ماہنامہ الحق ڈاکٹر شیر علی شاہ مدنی — زیر اہتمام و نگرانی: مولانا سمیع الحق
ناشر: موتمر المصنفین جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ مدنی رحمتہ اللہ علیہ کسی تعارف کے محتاج نہیں، آپ ایک منفرد حیثیت کی حامل شخصیت تھے اور علوم اسلامیہ کے بحر ذخائر تھے، آپ اپنے علمی تبحر اور اپنے علم و فضل کے ساتھ جامع الکلام شخصیت کے حامل تھے۔ انکساری، تواضع، سادگی، خاکساری، حق گوئی اور اعلیٰ ظرفی جیسی صفات سے متصف تھے، گویا کہ اپنی صفات میں مرقع حیات تھے۔ پیش نظر کتاب مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ مدنی کی حیات و خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے مرتب کی گئی ہے، جو ان کی علمی، تدریسی، تصنیفی، اصلاحی، سیاسی اور جہادی کارناموں پر مشتمل ہے۔

مسافرانِ آخرت

ادارہ

☆ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کی لاڈلی بیٹی اور حضرت مولانا عزیز احمد مدظلہٗ، حضرت مولانا خلیل احمد دامت برکاتہم (خانقاہ سراجیہ) کی ہمشیرہ ۳۱ مئی ۲۰۱۶ کو انتقال کرگئیں۔ یکم جون کو بعد ظہر خانقاہ سراجیہ میں حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد مدظلہٗ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری، مولانا فیصل متین، مولانا محمد اکمل اور سید عطاء المنان بخاری نے نماز جنازہ میں شرکت اور حضرات صاحبزادگان سے تعزیت کی۔ ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المومن بخاری دامت برکاتہم اور قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ کی طرف سے بھی تعزیت کی۔

☆ **حضرت قاری عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ:** جامعہ صدیقیہ لاہور کے بانی حضرت قاری عبدالقیوم رحمہ اللہ ۲۴ / جون ۲۰۱۶ء مطابق ۱۸ / رمضان المبارک کو تراویح کے بعد انتقال فرما گئے۔ مرحوم، شیخ القراء حضرت قاری عبدالوہاب مکی رحمہ اللہ کے مایہ ناز شاگرد، ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم کے ہم درس تھے۔

☆ ہمارے دیرینہ کرم فرما بھائی محمد صاحب (ہلال انجینئرنگ لاہور) کی ہمشیرہ مرحومہ، جو گزشتہ ماہ ایک ٹریفک حادثے میں زخمی ہوئی تھیں، انتقال کرگئیں۔ اس حادثے میں مرحومہ کے شوہر اور بیٹا پہلے ہی انتقال کر گئے تھے۔

☆ **حاجی محمد ریشم مرحوم:** مجلس احرار اسلام چکڑالہ ضلع میانوالی کے صدر امتیاز حسین کے چچازاد بھائی، جناب عبدالخالق کے ماموں محمد ارشد اور سجاد کے والد، انتقال ۱۰ / مارچ ۲۰۱۶ء۔

☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے معاون اور عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کے نائب امیر حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خان مدظلہٗ کے بہنوئی جناب محمد شریف خان خاکوانی ملتان میں انتقال کر گئے۔

☆ مولانا احسان الحق رحمۃ اللہ علیہ: جامعہ خیرالمدارس ملتان کے فاضل اور ہمارے کرم فرما مولانا احسان الحق ۱۵ / شعبان ۱۴۳۷ھ / ۲۳ / جولائی ۲۰۱۶ء، طویل علالت کے بعد ۶۳ برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ مرحوم انتہائی صالح انسان تھے۔ مرحوم کے برادر بزرگ مولانا قاری ظفرالحق رحمۃ اللہ علیہ ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جامعہ خیرالمدارس میں ہم درس تھے۔

☆مدرسہ معمورہ ملتان کے مدرس مولانا فیصل متین سرگانہ کی خالہ زاد بہن ۸ر رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/۱۴ر جون ۲۰۱۶ء کوانتقال کر گئیں۔

☆قاری شبیر احمد فرید ٹاؤن چیچہ وطنی کی نومولود بیٹی اور قاضی عبدالقدیر کی بھتیجی 20ر جون، 14ر رمضان المبارک کوانتقال کر گئیں۔

☆چیچہ وطنی جماعت کے دیرینہ کارکن قاری محمد شفیق (چک نمبر 113-7 آر) کے بڑے بھائی حافظ محمد صدیق علالت کے بعد 13ر مئی 2016ء جمعۃ المبارک کو انتقال فرما گئے، حاجی عبداللطیف خالد چیمہ، قاری محمد قاسم حافظ حبیب اللہ رشیدی اور دیگر حضرات نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

☆چیچہ وطنی جماعت کے قدیم کارکن بھائی عبدالمجید احمد نگر کی بیٹی اور محمد عامر کی اہلیہ 21ر جون، 15ر رمضان المبارک کو انتقال کر گئیں۔

☆مانچسٹر میں مقیم معروف صحافی جناب جاوید کنول (جیو) کے والد گرامی چوہدری غلام محی الدین 20ر جون، 14ر رمضان المبارک پیر کو ساہیوال میں انتقال کر گئے۔

☆**شیر محمد صاحب مرحوم:** ہمارے قدیم کرم فرما، مدرسہ معمورہ کے قدیم طالب علم محمد ناظم کے والد چودھری محمد اقبال کے بڑے بھائی ۱۸ر رمضان المبارک ۱۴۳۷ء، ۲۴ر جون ۲۰۱۶ء کوانتقال کر گئے۔ نماز جنازہ سید محمد کفیل بخاری نے پڑھائی۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور درجات بلند فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے۔

احباب وقارئین سے درخواست ہے کہ خصوصاً تمام مرحومین کے لیے اور ساری امت کے لیے دعاء مغفرت اور ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں۔

دعاءِ صحت

☆ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المومن بخاری دامت برکاتہم گزشتہ کئی سال سے صاحب فراش ہیں۔ ان دنوں ان کی صحت اچھی نہیں، فالج کی وجہ سے چلنا پھرنا بالکل ختم اور ضعف بہت زیادہ ہو گیا ہے۔

☆مدیر نقیب ختم نبوت سید محمد کفیل بخاری کی پھوپھی صاحبہ اور سید محمد اویس بخاری کی والدہ شدید علیل ہیں۔

☆خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی جناب خواجہ رشید احمد صاحب گزشتہ کئی ماہ سے کومے کی حالت میں ہیں۔

☆مجلس احرار اسلام ملتان کے کارکن محمد افضل شدید علیل ہیں۔

☆مدرسہ معمورہ کے طالب علم حافظ محمد اویس سنجرانی شدید علیل ہیں۔

احباب وقارئین سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطاء فرمائے۔ آمین (ادارہ)

یونیک فاسٹ

ٹریولز اینڈ ٹورز

(پرائیویٹ) لمیٹڈ

تمام ایئرلائنز کی ٹکٹیں سستے ترین ریٹ میں حاصل کریں

عمرہ گروپ کے ساتھ

نزدیک ترین رہائش | بہترین سروس

کے بہترین پیکج

علماء کرام گروپ کے ساتھ فری عمرہ پیکج حاصل کریں

سعودی عرب | دبئی | ملائیشیا | تھائی لینڈ | سری لنکا | چائینہ | سنگاپور | قطر | فلپائن

ماسکو | عراق | ازبکستان | مسقط کے ویزٹ ویزے معلومات

چیف ایگزیکٹو

مولانا محمد اسعد ابوبکر

03004002993
03454002993

بھمبر روڈ کوٹلہ گجرات

053-7575174
053-7575175

بولان کا خالص

سرکہ سیب

(ایکسٹرا کوالٹی)

- دل کے بند والوں کو کھولتا ہے۔
- کولیسٹرول کو کم کرتا ہے۔
- ہاضمہ کو درست رکھتا ہے۔
- موٹاپے کو کم کرنے کیلئے بہترین دوا ہے۔

گلے کی خراش اور بلغم ختم کر کے جسم کو صحت مند اور خوبصورت بناتا ہے۔

- رنگت نکھارتا ہے۔

Regd # QA/F/31

Bolan Fruit Products
P.O.Box 285 Quetta
email: bfpq_asif@yahoo.com

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ امیرشریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
قائم شدہ: 28 نومبر 1961ء

مدرسہ معمورہ

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

خصوصیات

★ الحمدللہ مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی وفکری سفر میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے
★ حفظ وناظرہ قرآن اور درسِ نظامی میں درجہ متوسطہ سے درجہ خامسہ تک تعلیم جاری ہے
★ دارالافتاء کا قیام ★ صرف ونحو کا، ماہر اساتذہ کی نگرانی میں اجراء
★ علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت ★ تقریر وتحریر کی تربیت ★ دارالمطالعہ کی سہولت
★ ماہانہ مجلس ذکر ★ سالانہ ختم نبوت کورس ★ طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ وناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری، مڈل شعبوں میں تعلیم جاری ہے

تعمیری منصوبے

● وسیع بیسمنٹ ہال ● دارالقرآن ● دارالحدیث ● دارالمطالعہ

اور دارالاقامہ کے لیے 24 کمروں پر مشتمل دومنزلہ عمارت کی تعمیر شروع کی جارہی ہے۔
تخمینہ لاگت بیسمنٹ ہال (20,00,000) بیس لاکھ روپے، لاگت فی کمرہ چار لاکھ روپے ہے
تخمینہ لاگت درس گاہیں، ہاسٹل، لائبریری، مطبخ (1,00,00,000) ایک کروڑ روپے
صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور نقد وسامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔
نیز طلباء کی ضروریات کے لیے زکوٰۃ وعشر، صدقات اور عطیات سے تعاون فرمائیں۔

رابطہ
061 - 4511961
0300-6326621
majlisahrar@yahoo.com
majlisahrar@hotmail.com

ترسیل زر
بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 0278-37102053
یو بی ایل، ایم ڈی اے چوک ملتان

الداعی الی الخیر
ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری
مہتمم مدرسہ معمورہ ملتان